



جامیہ اہل التقویٰ
کاترجمان

دَلْلَالُ التَّقْوَىٰ

جندي الاول، جمادى الثانى ١٤٣٣ھ / ٢٠٢٢ء

- تبلیغی جماعت پر پابندی
- باوفاهم سفر --- ابو یکر
- مولوی صاحبان اور معاشرہ
- امانت کی مختلف صورتیں
- مرغی کی فیڈ



سالانہ حجت اور تربیتی

2022
ع 1443

جامعة دارالتفوی

فضلاء کرام

جنوری 2022 بروز اتوار 23

بوقت 8 بجے 11 مئی دن

بمقام جامعہ دارالتفوی، نیو چوبر جی پارک، لاہور

- ﴿ هم عصر ساھیوں سے مفید ملاقات ﴾
- ﴿ عصر حاضر کے در پیش مسائل میں راہِ عمل کی جانب اہم پیش رفت ﴾
- ﴿ مادر علمی سے تجدید تعلق، اساتذہ کرام کی زیارت اور ان سے استفادہ ﴾
- ﴿ اپنی دینی صلاحیتوں اور استعداد کو ہمت تازہ بخشنے کیلئے ﴾

تمام فضلاء کرام کو فردا فرادعوت نامے ارسال کئے جا رہے ہیں
مزید اس اشتہار کو بھی دعوت نامہ ہی سمجھیں اور بروقت تشریف لائیں

برائے رابطہ: منتظم قدماء اجتماع
0321-8894994

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

دارالتفوی

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب احمد بنی

بدعا

شمارہ 5

جمادی الاول، جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ / جنوری 2022ء

جلد 11

مجالس مشاورت

- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عمر شید صاحب
- حضرت مولانا جیل الرحمن صاحب

مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خاں صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہلال چوہر جی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905
سالانہ رسائل کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائشن اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست
ایم آئی بی (مسلم کمرش بینک)

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوہر جی پارک لاہور

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۵۰ روپے

مطبع: شرکت پرنگ پریس

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۵۰ روپے

مطبع: شرکت پرنگ پریس

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

جنوری 2022ء

فہرست

حرف اولیٰ

تلیغی جماعت پر پابندی

5 مولانا عبدالودود ربانی صاحب

درس حدیث

11 مولانا منظور احمد نعمنی

اخلاق حسنہ

مقالات مضمون

13 مولانا محمد منصور احمد

باوفاہم سفر۔۔۔ ابوکبر شیخ

18 مفتی محمد راشد سکوی

بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق

27 اور یا مقبول جان

مولوی صاحبان اور معاشرہ

31 مولانا شیخ نعمن

امانت کی صورتیں

35 محمد عامل عثمانی

ترتیب اولاد کے متعلق غازی اصول

43 مولانا عبدالودود ربانی صاحب

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کی تقریب تقسیم انعامات

48 مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

مرغی کی فیڈ

سوائچ

53 مولانا ناظر الکفل صاحب

سوائچ حضرت حاجی عبدالوباب صاحب

سفر نامہ

57 مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

بیس ملکوں کا سفر نامہ

تبصہ کتب

60 مفتی اسامہ صاحب

مسجد اور کمیٹی سے متعلقہ اہم مسائل اور ان کا حل

مسائل

62 دارالافتاء والارشاد

آپ کے مسائل کا حل

حرف او لیں

تبليغِ جماعت پر پابندی ۔۔۔ سعودی عرب کا غیر دانش مندانہ فیصلہ

ارض مقدس یعنی سر زمین حجاز میں ۲۰۱۵ء میں، جب سے سلمان بن عبدالعزیز نے اپنے بیٹے محمد بن سلمان کو ولی عہد مقرر کیا ہے، تہذیب و تمدن، کا پہیہ الٹا گھونٹے لگا ہے۔ کوئی یہ تصور تک نہیں کر سکتا تھا کہ عرب کی مقدس سر زمین پر سینما گھر کھلیں گے، نائنٹ کلب شروع ہوں گے، شراب و کباب کی محلیں جیسیں گی اور خواتین کو بے پر دگی کی دیسی ہی آزادی حاصل ہو گی جیسی کہ امریکہ و یورپ میں ہے اور عورتیں قومی پرچم لے کر ناچیں گی، وہ قومی پرچم جس پر لا الہ الا اللہ لکھا ہے۔ بہت انسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عرب مغربی تہذیب کی طرف گامزن ہے، سعودی معاشرے میں بذریعہ بے پر دگی کو فروغ دیا جا رہا ہے، وہاں خاموشی سے فاشی کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے، سو شل میدیا پلیٹ فارمز غیر اخلاقی اقدار کو فروغ دینے میں مشغول ہیں، سرکاری سرپرستی میں موسیقی کی محافل صحائی جا رہی ہیں، انڈین فلم انڈسٹری کی مشہور شخصیات کو شاہی پروٹوکول میں بلا کر میوزک کنسٹرٹ کروائے جا رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کو وہاں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو گئی ہے، وہ سعودی عرب میں غیر محسوس طریقے سے اخلاقی و سماجی نظام اور عرب تہذیب کو تہہ و بالا کرنے میں مصروف ہیں، اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، ہمیں حیرت ہے کہ سعودی عرب اسلامی معاشرے کے خلاف ان خطرناک مہمات کو نظر انداز کر رہا ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کو مسخر کرنے والے گروہ کے معاملے میں سعودی حکام نہ صرف یہ کہ خاموش ہیں بلکہ پس پردہ ان کے ہمنوا ہیں۔

کورونا کا بہانہ بنا کر حریمین شریفین کو تو لمبے عرصے تک بند کر دیا گیا، لیکن بے حیاء رقصاؤں کو بلا بلا کر، کورونا ایس اور پیز کا خیال کیے بغیر، حریمین کی مقدس سر زمین میں رقص و سرور کی محافل منعقد کی گئیں۔ احادیث رسول، درود شریف کی ایسی من مانی اور مغربی آقاوں کی من پسند تشریح و توضیح کرنے کی اکیڈمی قائم



کی گئی تاکہ اس سے سخت گیر اور اسلام پسند نظریہ کا قلاع قمع کیا جاسکے۔ نہیں عن المُنکر کے لئے سعودی عرب کی گلیوں میں جو مذہبی پولیس (المطوع) گشت کرتی نظر آتی تھی اس کی حیثیت بھی بدل دی گئی ہے یعنی امر بالمعروف و نہیں عن المُنکر کے ادارے کو کالعدم کر کے اس کو ”جزل انٹریمنٹ اخباری“ کے ادارے سے بدل دیا گیا ہے۔ ارض توحید پہ الحاد جدید کی چو طرفہ یلغار ہے۔

عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق مملکت سعودی عرب میں 35 سال کی پابندی کے بعد پہلا سینما 18 اپریل 2018 کوریاٹ میں کھلا تھا جبکہ آخری 2 سینما 19 اگست 2021 کوریاٹ اور طائف میں کھولے گئے۔ سینما گھر کھولنے کی اجازت دیے جانے کے بعد اب تک چار سالوں میں 44 سینما کھل چکے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے 13 میں سے 9 صوبوں میں سینما کھل چکے ہیں جن میں سے 21 ریاض، 9 مکہ مکرمہ ریجن اور 8 مشرقی ریجن میں واقع ہیں۔ وہاں ایک ڈیجیٹل شہر بن رہا ہے جو دنیا کے جدید ترین شہروں سے بھی زیادہ جدید ہو گا، جہاں ہر طرح کے عیش و عشرت کا سامان مہیا ہو گا۔ یوں تو تیل کی دولت سے مالا مال عرب عرصے سے عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، لیکن دین سے ایسے دور نہیں رہے کہ ارض مقدس کو بے حیائی کا اڈہ بنادیتے، اور اگر اس کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے تو اسے یا تو خاشقجی کی طرح قتل کرا دیا جاتا ہے یا پھر شہزادہ طلال کی طرح اسیر زندگی کر دیا جاتا ہے اور علماء اگر زبان کھولتے ہیں تو زبانوں پر تالے ڈال دیے جاتے ہیں۔ دراصل ولی عہد، جو حکمران ہی ہیں اب سعودی عرب کو بالکل امریکہ و یورپ کے رنگ میں دینا چاہتے ہیں، حج کے مقدس فریضے کو اب ’سیاحت‘ کی طرز پر چلانے کا منصوبہ ہے، اسے باقاعدہ ٹورازم کی انسٹریٹری میں ڈھالا جائے گا۔ اس کا بڑا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے اس فریضے کا قدس ختم کرنا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سارے ارض مقدس کا ہی قدس ختم کرنا ہے تو زیادہ درست ہو گا، اس کی ایک وجہ اسرائیل سے دوستی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اسرائیل ابتداء ہی سے عالمِ اسلام پر قابض ہونے کے موقع تلاش کر رہا ہے اور اب اسے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے موجودہ ولی عہد میسر آگئے ہیں۔ سعودی عرب اسرائیل کو تسلیم کرنے کی طرف بھی تیزی سے نہ صرف خود بڑھ رہا ہے بلکہ اپنے زیر اثر عرب ریاستوں اور دیگر مسلم ممالک میں بھی اسرائیل کو تسلیم کروانے کی مہم چلا رہا ہے، آخر میں خود تسلیم کرے گا تاکہ مسلم عوام کے غیض و غضب سے نفع سکے۔



تیزی سے بدلتے ہوئے عرب میں اب تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کردی گئی ہے، تبلیغی جماعت کو گمراہ، اسلام سے محرف اور مشرکانہ نظریات کا حامل قرار دیا گیا ہے، سرکاری خطبہ جمعہ میں سعودی شہریوں اور وہاں مقیم غیر ملکیوں کو یہ باور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تبلیغی جماعت پیش آمدہ دہشت گردی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس سے مملکت کو خطرہ لاحق ہے، سعودی شہریوں کو تبلیغی حلقة کے امراء سے ملاقات کرنے، تعلق اور میل جوں رکھنے سے باز رہنے اور ان کی باتیں سننے سے احتراز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بدلتے ہوئے عرب کے مندرجہ بالا پس منظروں مدنظر رکھتے ہوئے تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کرنا کوئی حیرانگی کی بات نہیں ہے، غور کریں تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان جماعتوں کے لیے یہ ایک انتباہ ہے، جو محمد بن سلمان کے ارادوں کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ تبلیغی جماعت بے ضرر قسم کی جماعت ہے، جو دین کی تبلیغ و ترویج اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے رہی ہے جونہ صرف تبلیغی جماعت بلکہ ہر کلمہ گوئی ذمہ داری ہے، اس کا دہشت گردی، فرقہ واریت اور انہٹا پسندی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ثبوت، لیکن اس کے خلاف کارروائی کر کے ساری اسلامی دنیا اور ساری اسلامی جماعتوں کو دوارنگ دے دی گئی ہے، پیغام پہنچا دیا گیا ہے کہ جب تبلیغی جماعت کو نہیں بخشتا تو تمہیں کیسے بخش سکتے ہیں۔

دنیا بھر کے مسلمان ارض مقدس پر سرکاری سرپرستی میں ہونے والی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے پہلے ہی بہت دکھی اور دل گرفتہ تھے، تبلیغی جماعت پر پابندی نے اس دکھ اور تکلیف کو دوچند کر دیا ہے۔ حیرت کی بات ہے امریکہ و یورپ سمیت کسی ملک میں تبلیغی جماعت پر پابندی نہیں ہے، سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جس نے پابندی لگائی ہے۔ جماعتوں دنیا کے تمام چھوٹے بڑے، مسلم وغیر مسلم ممالک میں بلا روک ٹوک اپنا کام کر رہی ہیں۔ آج تک کسی نے جماعت پر دہشتگردی کا الزام نہیں لگایا لیکن اب اسلام دشمن ممالک جب دیکھیں گے کہ سعودی عرب جیسے اسلام کے مرکزی ملک نے تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کردی ہے تو ان کے لیے یہ ایک مثال بن جائے گی اور جماعت پر پابندی عائد کرنا آسان ہو جائے گا۔ یوں دنیا کی سب سے مغلص اور سودمند دینی جماعت کے لیے دنیا میں دین کی اشاعت میں مشکلات پیش آئیں گی جن کی ذمہ دار ایک اسلامی حکومت ہوگی۔ سعودی عرب کے اس فیصلے نے پونے دوارب مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچائی ہے۔



سعودی حکام یاد رکھیں! حر مین شریفین آل سعود سمیت کسی کی جا گیر نہیں ہے یہ امت مسلمہ کا مشترکہ ورشہ، روحانی مرکزاً اور جائے وحدت ہیں۔ اس ورشہ میں عرب و عجم کے مردوخاتین اور بوڑھے، بچے سب برابر کے حق دار ہیں۔ سعودی عرب کو عالم اسلام میں جو عزت و تکریم حاصل ہے وہ حر مین شریفین اور حجاز مقدس کی وجہ سے ہے۔ اتنے عظیم مرکز کی تولیت کی ذمہ دار یاں بھی اتنی ہی عظیم اور حساس ہیں۔ اگر اللہ نے آپ کو حر مین کی خدمت اور تولیت کا موقع دیا ہے تو اس کی قدر دافنی کریں، جورب نعمت دے سکتا ہے وہ ناقدری پر چھین بھی سکتا ہے۔ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کے خادم، حر مین شریفین کے منتظم، حاجج و معتمرین کے میزان ہونے کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں جو عزت و احترام اور بے لوث حمایت حاصل ہے، آپ اسے اپنے غیر دانشمندانہ فیصلوں اور اس نعمت عظیمی کی ناقدری کی وجہ سے نہ صرف کھودیں گے بلکہ اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو حر مین کی تولیت سے ہی محروم کر دیں۔ بن سلمان کے حالیہ اقدامات سے عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کیا سعودی عرب کے موجودہ حکمران ان ذمہ دار یوں کو ادا کرنے کے اہل رہ گئے ہیں یا نہیں؟ ابھی بھی وقت ہے ہوش کے ناخن لیں، ارضِ حر مین انبیاء کی زمین ہے، امام الانبیاء کا مسکن ہے اسے روشن نیایی کے پرفیب نعرے کے دھوکے میں آ کر اخلاق باختہ خرافات سے آلودہ کرنے سے بازاً جائیں۔

ملک کے مختلف دینی و مرکزی اداروں نے سعودی حکومت سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا ہے یہ خوش آئندہ ہے لیکن یہ مطالبہ کافی نہیں ہے، اس سے قبل کہ پورے جزیرہ العرب میں قدغن گے سنجیدگی سے اس کے حل کے لئے آواز اٹھانے کی ضرورت ہے، اگر جزیرہ العرب میں پابندی لگی تو دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغی جماعت کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ لہذاشدید ضرورت اس بات کی ہے کہ سعودی عرب کے اس غیر دانش مندانہ فیصلے کے خلاف آئین و قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے آواز اٹھائی جائے۔ جیکہ علماء کرام سعودی حکام سے وفاد کی شکل میں تبادلہ خیال کریں اور تبلیغی جماعت سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کریں۔ اگر وزارت مذہبی امور اور اسلامی نظریاتی کونسل کے پلیٹ فارم سے سعودی حکام تک پیغام پہنچایا جائے، ان کے تحفظات اور شکوک و شبہات دور کئے جائیں تو کوششیں بار آور ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اور الحمد للہ یہ کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔ یہ دین قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے



ہے اور تا قیام قیامت باقی رہے گا اس طرح کی عارضی بندشیں جلد یابدیر ختم ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ

جامعہ دارالتقویٰ کے قدما و قدیمات کا چوتھا سالانہ اجتماع

جامعہ دارالتقویٰ کی اول روز سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے طلبہ کی تعلیم و تربیت، کردار سازی، علمی، ملکی و سیاسی حالات کے تناظر میں ان کی درست سمت رہنمائی اور دعوت کی مبارک محنت کے ساتھ نہ صرف اپنے زیر تعلیم بنین و بنات کی وابستگی کو ہر حال میں یقینی بنائے بلکہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی اپنے قدما و قدیمات کے حالات سے آگاہ رہے اور موقع بہ موقع ان کی رہنمائی کرتا رہے تاکہ ہمارے فضلا معاشرے کا مفید رکن بن کر ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل جن کا زیور ہو دعوت جن کا تھیار ہو اور پوری دنیا جن کا میدان عمل۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ مختلف حوالوں سے اپنے قدیم طلبہ کے ساتھ رابطے میں رہتا ہے تاکہ ان کے حالات سے بھی آگاہی ہوتی رہے اور ان کی نگرانی و رہنمائی کا عمل بھی جاری رہے۔ اس دو طرفہ رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ سالانہ جوڑ ہے۔ جامعہ دارالتقویٰ حسب معمول امسال بھی اپنے فضلا و فاضلات کے لئے چوتھا سالانہ اجتماع منعقد کر رہا ہے۔ جامعہ دارالتقویٰ کی ”قدیمات کا جوڑ“ ان شاء اللہ 30 جنوری بروز التواریخ 10 بجے تا 3 بجے تک جامعہ فاطمۃ الزہراء گلگشن راوی میں ہوگا۔

اسی طرح قدما کا جوڑ ان شاء اللہ مورخہ 23 جنوری بروز التواریخ 8 بجے تک جاری رہے گا۔ میں ہوگا جو 11 بجے شروع ہو کر 8 بجے تک جاری رہے گا۔

اس سلسلے کا تیسرا جوڑ برائے فاضلات مورخہ 16 جنوری بروز التواریخ جامعہ فاطمۃ الزہراء گارڈن ٹاؤن لاہور میں ہوگا۔

اس اجتماع میں علمائے کرام، مشائخ عظام، اہل شوریٰ، اساتذہ و معلمات خصوصی طور پر شرکت فرمائیں گے۔ ادارہ اپنے قدما و قدیمات سے ملتمند ہے کہ اپنے اساتذہ کی اس کاوش کو غنیمت جانیں، اس گئے گزرے اور نفسانی کے دور میں بھی آپ کے اساتذہ کو آپ کی فکر ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے طلباء معاشرے کا مفید رکن بنیں جو جس شعبے میں بھی کام کر رہا ہے وہ اپنے تینیں ایک تحریک ہو، معاشرے کا مفید اور نفع بخش شہری ہو، لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کا باعث ہو۔ تو آئیے! مادر علمی کے درود یوار



بیہاں کی ہواں کیں اور فضائیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں، بیہاں کا روحانی ماحول آپ کی راہ تکتا ہے، وہ درسگاہیں جو آپ کا مکتب بھی تھیں اور مسکن بھی سب ہی آپ کو اب بھی اپنا ہی مانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی اپنے اساتذہ سے ایسی ہی نسبت ہے جیسے کہ ان کو آپ سے ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو آجائیں آپ کی مادر علمی نے ایک بار پھر آپ کو بلا یا ہے۔ اس رشتے اور اس تعلق اور عہد کی تجدید کر لیں۔ اس سالانہ اجتماع سے آپ فضلا و فاضلات کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اکابر علمائے کرام اور اساتذہ کے بیانات سے استفادے کا موقع ملتا ہے۔ اپنی مادر علمی سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اساتذہ کو آپ کی دینی، علمی و دعویٰ مصروفیات کا علم ہوتا ہے۔ آپ اپنی دینی و دنیاوی معاملات میں حائل رکاوٹوں اور پریشانیوں کے سلسلے میں اپنے اساتذہ سے مشاورت کرتے ہیں اور اساتذہ اپنے سال ہا سال کے تجربات کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اجتماعیت پر اللہ تعالیٰ نے جن برکات کا وعدہ فرمایا ہے وہ حاصل ہوتی ہیں۔ سالانہ طلبہ اجتماع اساتذہ کی خدمت، ان سے تعلق کی تجدید اور علم میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ امت مسلمہ، قومی معاملات اور اس دور کے چیلنجز و بھر انوں پر گفتگو اور ان کے حل پر مشاورت بھی ہوتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے اساتذہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کی دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہر قسمی مصروفیات اور اعذار کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور ”جوڑ“ میں شرکت کر کے اساتذہ کی دعائیں لیں گے۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسئول



اخلاق حسنة

مولانا منظور احمد نعmani رحمۃ اللہ علیہ

عن ابی جابر بن سلیم قال اتیت المدینة فرایت رجل ای صدر الناس عن رایہ لا یقول شيئاً الا صدر واعنه قلت من هذا؟ قالوا هذا رسول الله قال قلت علیک السلام یا رسول الله مرتین قال لا تقل علیک السلام علیک السلام تھیۃ المیت قل السلام علیک قلت انت رسول الله؟ فقال انما رسول الله الذى ان اصابک ضر فدعوته کشفه عنک وان اصابک عام سنة فدعوته انبتها لك وادا کنت بارض قفر او فلاة فضل راحتک فدعوته درها علیک قلت اعهد الی قال لا تسین احدا قال فما سبببت بعده حرا ولا عبدا ولا بھیرا ولا شاة قال ولا تحررن شيئاً من المعروف وان تکلم اخوك وانت من بسط اليه وجهك ان ذالک من المعروف وارفع ازارک الى نصف الساق فان ابیت فالى الكعبین واياك واسباب الازار فانها من المخیلة وان الله لا یحب المخیلة وان امرء شتمك وعيرك بما یعلم فيك فلا تغيره بما تعلم فيه فاما وبآل ذالک علیه۔ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ:- ابو جری جابر بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پہنچا (اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس وقت کچھ جانتا نہیں تھا) میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے پاس طالب بن کر حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو جو کچھ بتا دیتا ہے اس کو قبول کر کے چلے جاتے ہیں، جو کچھ بھی اس کی زبان سے نکلتا ہے لوگ اس کو دل و جان سے مانتے اور تسلیم کرتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں نے دو دفعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا علیک السلام نہ کہو



، یہ مردوں کا سلام ہے۔ (یعنی اہل جاہلیت اس طرح مردوں کو سلام کیا کرتے تھے، بجائے اس کے) السلام علیک کہو۔ میں نے عرض کیا؛ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں رسول ہوں اس اللہ کا جس کی شان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف ہو اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہارے دکھ کو دور کر دے اور اگر تم پر قحط سالی کی مصیبت آجائے اور تم اس سے دعا کرو تو تمہارے لئے وہ زمین سے پیدا اور پیدا کر دے اور جب تم کسی جنگل بیابان میں اور لق و دق میدان میں ہو اور تمہاری سواری کا جانور وہاں گم ہو جائے اور تم اس سے دعا کرو، تو وہ تمہاری سواری کے اس جانور کو تمہارے پاس پہنچا دے۔

(حدیث کے راوی جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ) میں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت اور وصیت فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا (تمہیں میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ) تم کبھی کسی کو گالی نہ دینا، جابر بن سلیم کہتے ہیں اس کے بعد سے میں نے کسی کو بھی گالی نہ دی، نہ کسی آزاد کونہ غلام کو، نہ اونٹ بکری جیسے کسی جانور کو (اس کے بعد سلسہ کلام جاری رکھتے ہوئے مجھے حضور ﷺ نے نصیحتیں بھی فرمائیں) کسی احسان کو تم حقیر نہ سمجھو اور تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ بات کیا کرو، یہ بھی ایک طرح کا احسان اور حسن سلوک ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو، اگر اتنا اونچا رکھنا منظور نہ ہو تو کم سے کم ٹخنوں تک اونچا رکھو اور تہبند کو زیادہ نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے اور اگر کوئی تمہیں گالی دے اور تمہاری کسی ایسی بڑی بات کا ذکر کر کے تم کو عار دلائے جو تمہارے بارے میں جانتا ہو تو تم ایسا نہ کرو اس صورت میں اس کی اس زبان درازی کا پورا اقبال اسی پر ہو گا۔



باوفا ہم سفر.....ابو بکر رضی اللہ عنہ

مولانا محمد منصور احمد

ازل سے جن لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مقرر کر رکھی تھی کہ وہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال پچھاوار کریں، آپ کے لائے ہوئے دین کی مضبوطی کا ذریعہ بنیں اور ہر مشکل وقت میں آپ کے قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوں، ایسے خوش بخت انسانوں کو اہل ایمان انتہائی محبت و احترام سے ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم“ کہتے ہیں۔

اس جماعت کے ایک ایک فرد نے جیسے انتہائی خلوص کے ساتھ عشق و وفا سے تاریخ کی ماگ بھر دی، اُس کے مقابلے میں زمانے بھر کی مشہور داستانیں بہت معمولی محسوس ہوتی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان الله نظر في قلوب العباد، فوجد قلب محمد صلى الله عليه وسلم خير
قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه، فابتاعته برسالته، ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب
محمد صلى الله عليه وسلم، فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعل لهم وزراء
نبيه، يقاتلون على دينه (المسندة لامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۳۲۸)

”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھتے تو ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا، اس لیے ان کو اپنے لیے چن لیا اور ان کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کو سب سے بہتر پایا، اس لیے ان کو آپ کا وزیر اور مددگار بنادیا، جو آپ کے دین کیلئے کفار سے جنگ کرتے رہے۔“

اسی باوفا جماعت کی سب سے ممتاز ترین ہستی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے، جنہوں نے اپنے



آپ کو سورہ دو عالم ﷺ کی ذات اقدس پر ایسا فنا کر دیا کہ فارسی کا یہ شعر بالکل آپ کے حالات اور اوصاف پر پورا اترتتا ہے:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد از یہ، من دیگرم تو دیگری

(میں تو بن گیا ہوں اور تو میں بن گیا ہے، میں جسم ہوں اور تو جان ہے۔ پس اس کے بعد کوئی یہ

نہیں کہہ سکتا کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے)

اسی فنا بیت کا ایک ہلاک سائنس یہ ہے کہ پیارے آقا ﷺ اور آپ کے بادفافہم سفر ابو بکر رضی اللہ عنہ زندگی کے واقعات میں تو کیا، اپنے ذاتی اوصاف میں ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ اس کی ایمان افروز مثل دیکھیں کہ جب رسول اکرم ﷺ پر غارِ حرام میں پہلی وجہ نازل ہوتی تو آپ گھر تشریف لاتے ہیں۔
ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے تسلی کی بتیں کرتی ہیں اور یوں کہتی ہیں:

”فَوَاللَّهِ لَا يَخْزِيَ اللَّهُ أَبْدًا، إِنَّكَ لِتَصْلِي الرَّحْمَ وَتَصْدِقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكُلَّ“

و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین على نوائب الحق ”

”اللَّهُ كَيْفَ قَسْمٌ إِذَا آپ کو بھی رسوانہیں کرے گا کیونکہ آپ تو اپنے رشتے داروں سے صلح رحمی کرتے ہیں، آپ گفتگو میں بھی شج بولتے ہیں، آپ عاجز لوگوں کے بوجھ کو اٹھایتے ہیں، آپ محتاجوں کو مال کما کر دیتے ہیں، آپ مہماںوں کی مہماں نوازی کرتے ہیں اور آپ تو صحیح معاملات میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔“

یہ روایت صحیح بخاری کے بالکل شروع ”باب كيف كان بدء الوجى“ میں ہے۔ اب صحیح بخاری کی پہلی جلد، صفحہ ۵۵۳ پر ایک روایت دیکھیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مکہ کے مشرکین نے ظلم و ستم کی انتہاء کر ڈالی تو اہل ایمان کو ج بشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مصائب و آلام سے تنگ آ کر ہجرت کے ارادے سے روانہ ہو گئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ”برک الغماد“ پہنچتے ہیں تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنه سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قوم نے مجھے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے، اب کہیں اور جا کر آباد ہونے کا ارادہ ہے کہ آزادی کے ساتھ وہاں



اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔

جواب میں وہ مشرک سردار کہتا ہے کہ ابو بکر یا آپ کیا کہہ رہے ہیں، بھلا آپ جیسے شخص کو بھی کوئی وطن سے نکلنے پر مجبور کر سکتا ہے کیونکہ:

”انك تكسب المدعوم، وتصل الرحم و تحمل الكل و تقرى الضيف و تعين على نواب الحق، فأنا لك جار، ارجع“

”آپ تو محتاج لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صدر جی کرتے ہیں، آپ عاجز لوگوں کا بوجھا اٹھا لیتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ تو صحیح معاملات میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، اس لیے آپ واپس مکہ چلیں میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔“

اندازہ لگائیں کہ امام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سرورد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب صاف بتائے اور قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنه نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو خوبیاں گنوائیں، ان میں کتنی مشابہت اور یکسانیت ہے۔ اقبال مرحوم نے ”صدیق رضی اللہ عنہ“ کے عنوان سے ایک بے مثال نظم لکھی ہے، جو مکمل ہی پڑھنے کے لائق ہے لیکن اس کا آخری شعر تو گویا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی کا عطر اور نچوڑ ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

یہی وہ فنا یت کا مقام اور مرتبہ تھا، جس کی بناء پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہان فانی سے پرده فرمائیں کے بعد تمام صحابہ کرام علیہم السلام بشمول اہل بیت عظام علیہم نے متفقہ طور پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غلیفہ بلا فضل منتخب کر کے ان کی اطاعت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھا۔ ان حضرات کے سامنے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق تھا اور وہ جانتے تھے:

☆..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی آزاد مردوں میں سب سے اول مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور کسی دوست کے ساتھ بغیر مشورہ اور صلاح کے ایمان لائے ہیں۔



- ☆..... نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ اخلاق فاسیو طیب ص ۳۱)
- ☆..... حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دونوں خلیفوں کے درمیان جمع کیا۔
- ☆..... پہلا حج جو اسلام میں ہوا ہے اس میں حضور نبی کریم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلا امیر حج بنایا کہ روایت فرمائی تھی آئندہ سال حضور ﷺ نے حج کو خود تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد)
- ☆..... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں گا قیامت میں جوز میں سے اٹھوں گا، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۵۲ بحوالہ ترمذی)
- ☆..... نبی کریم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یقیناً تو وہ پہلا شخص ہو گا جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہو گا۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۵۲ بحوالہ ابی دواؤد)
- ☆..... تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی چار پشتیں صحابی ہیں، ابو عقیل بن عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم۔ (ازالة الاحفاء فارسی، مقصد دوم، ص ۱۶)
- ☆..... واقعہ ہجرت جو اسلام میں بہت بڑی فضیلت اور اہمیت رکھتا ہے اس میں ابتدائے ہجرت سے آخری اوقات تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی معیت اور رفاقت میں رہے ہیں۔ (الاصابہ ص ۳۳۵ ج ۲، استیعاب ص ۲۳۲، ج ۲)
- ☆..... قیام غارِ ثور کا شرف معیت اور حاضری صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہوئی ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے ثانی اثنین اذھاما فی الغار سے فرمایا ہے۔
- ☆..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سردارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ تمام غزوتوں اور تمام خطرات میں سب جگہ حاضر رہے ہیں۔
- ☆..... نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مال و دولت خرچ کرنے کے اعتبار سے تمام لوگوں میں مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کے سب سے زیادہ محسن ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری)



☆.....”عَقِيقٌ“ (آگ سے آزاد شدہ) کا لقب خصوصی حضرت صدیق بن علیؑ کو ہی حاصل ہے۔ حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص کو پسند ہے کہ آگ سے آزاد شدہ انسان کو دیکھے وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کرے۔“ (اصابہ ص ۳۳۲، ج ۲، استیعاب ص ۲۳۵، ج ۲)

☆.....نبی کریم ﷺ کی مرض الوقات کے دوران میں آپ نے مسلمانوں کی نماز کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امام بنایا۔ حضور کے حکم سے حضور کے مصلی پر حضور کی حیات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امام قرار دیئے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

☆.....حضور ﷺ کی وفات جیسے ہوش رُبَا حادثہ اور قیامت خیز واقعہ کے وقت بھی باہوش اور با استقلال رہنے والے صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب کو صبر کی تلقین کر کے سنبھالا۔

فنا نیت کی انتہاء دیکھیں کہ خود فرماتے تھے: ”اللہ کی قسم! حضور ﷺ کی رشتہ داری اور قربات والوں سے صدر حمی کرنا، مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صدر حمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے“ (البداية والنهاية) کتنی غلیظ اور ناپاک سوچ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رحمتِ دو عالم ﷺ کے انقال کے بعد بدل گئے تھے حالانکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تو اپنے دورِ خلافت میں بھی قدم قدم پر فداء فی الرسول ہونے کا ثبوت دیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طرزِ حکمرانی دیکھیں، جیشِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا واقعہ پڑھیں یا مرتدین و مکریں ختم نبوت اور مانعینِ رکوۃ کے خلاف ان کی بروقت اور محل کارواںیوں کے احوال میں ہر موڑ پر آپ کو یہی احساس ہو گا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہر لمحہ یہی فکرِ دامن گیر تھی کہ جس ”صراطِ مستقیم“ پر رحمتِ دو عالم ﷺ پر آپ کو چھوڑ کر گئے ہیں، اُس سے ذرہ برابر بھی وہ ادھر ادھرنہ ہوں۔

اللہ کریم امت مسلمہ کے اس عظیم محسن کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلانصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)



بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق

مفتي محمد راشد سکوی عفان اللہ عنہ

دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ

اسلام نے ہر انسان پر دوسرے انسان کے چار قسم کے حقوق متعین فرمائے ہیں، یعنی ذاتی، معاشرتی، معاشی اور قلبی حقوق۔

بیوی پر خاوند کے حقوق بہت ہی عظیم حیثیت رکھتے ہیں بلکہ خاوند کے حقوق تو بیوی کے حقوق سے بھی زیادہ عظیم ہیں اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ إِلَيْهِنَّ مَعْرُوفٌ وَلِلَّهِ جَاءَ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ} [البقرة]

ترجمہ: اور ان عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں، قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، اور اللہ بزرگ دست ہے تدبیر والا ہے۔

اما جصاص الشیعیہ نے لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں، اور خاوند کے بیوی پر ایسے حقوق بھی ہیں جو بیوی کے خاوند پر نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

“أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًا عَلَى الْمَرْأَةِ؛ قَالَ: رَوْجُهَا، قُلْتُ: فَأَعْظَمُ النَّاسِ حَقًا عَلَى الرَّجُلِ؛ قَالَ: أُمُّهُ۔” (سنن الکبریٰ للنسائی)



ترجمہ: ”عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے شوہر کا، پھر میں نے عرض کیا مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی ماں کا،“۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے جب خاوند کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”حَقُّ الرَّوِّيجِ عَلَى زَوْجِهِ أَنْ لَوْكَانَتْ قَرْحَةً فَلَحَسْتَهَا مَا أَدَدَتْ حَقَّهُ۔“

(الترغیب والترحیب)

ترجمہ: آدمی کا اس کی بیوی پر حق یہ ہے کہ اگر اس کے بدن پر کوئی زخم ہو اور وہ اسے چاٹ لے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”أَيُّمَا امرأةٍ ماتت وزوجها عنها راضٍ دخلت الجنة“۔ (ترمذی) کہ جس عورت کا اس حالت میں انتقال ہو جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔ آئیے سب سے پہلے شوہر کے ذاتی حقوق کی بات کرتے ہیں۔

ذاتی حقوق

✿: حتی الوضع شوہر کی جائز خوشی کے کاموں میں لگنا۔

✿: شوہر کا احترام کرنا اور اس سے بات چیت کرتے ہوئے الفاظ، آواز اور لب و لمحے میں ادب کو محفوظ رکھنا اور اگر اس سے بیوی کی طرف سے شوہر کا نام لے کر پکارنا پسند نہ ہو تو اس کا لحاظ رکھنا۔

✿: شادی ہو جانے کے بعد بیوی کے لیے شوہر کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھنے یا استعمال کرنے کے بارے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔

✿: قلبی خوشی سے اس کی خدمت میں لگنا اور اس کے لباس، کھانے وغیرہ کی تیاری میں اس کی مرضی کا خیال رکھنا۔ اور بروقت اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنا، مثلا: دفتر وغیرہ جانے کے وقت اس کے کپڑے تیار ہوں، جوتے تیار ہوں، اس کی ضروری اشیاء جو اس نے اپنے ساتھ لے جانی ہیں وہ تیار ہوں، اور سب اشیاء ایک متعین جگہ / یا انظروں کے سامنے والی جگہ میں موجود ہو۔ ایجر جنسی کے احوال میں



کام آنی والی چیزیں بالخصوص اضافی سوٹ وغیرہ استری شدہ تیار رکھنا، اس کے واپس آنے کے وقت، گھر کی صفائی سترہ ای مکمل کیے ہوئے رکھنا، اور شوہر کے کھانا کھانے کے وقت میں کھانا تیار رکھنا، وغیرہ وغیرہ امور شوہر کو خوش کر دینے والے ہیں۔

مرد گھر کے باہر کی ذمہ داری رکھتا ہے اور عورت کی ذمہ داری گھر کے اندر کی ہے، جیسے گھر کی نگرانی، صفائی اور کھانے پینے کا انتظام وغیرہ، یہی طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں رائج رہا ہے۔

حضرت حصین بن محسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی کسی حاجت کے لیے خدمتِ بُوی میں حاضر ہوئیں، جب اپنی حاجت سے فارغ ہو گئیں تو آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو شادی شدہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بھی ہاں، آپ نے فرمایا: اپنے شوہر کے ساتھ تیرِ اعمالہ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس کے حق کی ادائیگی اور خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، الایہ کہ میرے بُس سے باہر ہو، آپ نے فرمایا: دھیان رکھنا کہ اس کے ساتھ تمہارا اعمالہ کیسا رہتا ہے، وہ تمہارے لیے جنت یا جہنم کا سبب ہے۔ (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جَوْعَرْتْ پَاخْ وَقْتْ كَيْ نَمَازْ پَابْنَدِي سَهْلَتْ رَهْ بَرْ مَرْضَانْ الْمَبَارِكَ كَرْ رَوْزَهْ رَكْهَ اَوْ اَبْنَيْ شَرْمَ كَاهْ كَيْ حَفَاظَتْ كَرْهَ اَوْ اَبْنَيْ شَوْهَرَ كَيْ اَطَاعَتْ كَرْهَ وَهْ جَنَّتْ مِيلْ جَسْ دَرْوازَهْ سَهْ چَاهَهْ دَاخَلْ هَوْ جَاءَهْ۔“

✿:- بیوی کا انس و محبت میں شوہر کو ہر وقت کے لیے خود پر اختیار دینا۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّتْنِيرِ“۔ (ترمذی)

ترجمہ: جو شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اسے چاہئے کہ فوراً آجائے چاہے وہ چولھے کے پاس مشغول ہو۔

اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتْ غَصْبَانَ عَلَيْهَا، لَعْنَتَهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبَحَ“۔ متفق علیہ و فی روایۃٍ لہما: ”وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ، مَا مِنْ رَجُلٍ



يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاسِهِ فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرَضِي عَنْهَا۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ انکار کرے، پس شوہر ناراض ہو کر رات گزارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے خوش ہو جائے۔

✿:- یہ کوشش کرنا کہ بلا وجہ شوہر سے خدمت نہ لی جائے اور اگر کسی موقع پر کوئی کام لینا ہی مقصود ہو تو کام کا بتاتے ہوئے درخواست کا لہجہ اختیار کرنا، نہ کہ حکم کا۔ ہاں، ایک دوستانہ، موڈب بے تکلفی کی بات اور ہے۔

✿:- گھر میں کیے جانے والے شوہر کے کاموں میں حتی الوع اس کا ہاتھ بٹانا۔

✿:- گھر بیوی اور بچوں کی تربیت کے معاملات میں شوہر کے شرعاً جائز فیصلوں پر عمل کرنا، اور اس کے مشورہ طلب امور میں بھرپور اخلاص سے اچھا مشورہ دینا۔

✿:- اگر بیوی کی کسی دینی خرابی کی وجہ سے شوہر اس پر ہاتھ اٹھائے تو اس خرابی کو دور کرنے کی فکر میں لگے، اور شوہر سے اپنادل کھٹانہ کرے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ بیوی کی نافرمانی کے وقت اسے اچھے اور حسن انداز میں ادب سکھائے، نہ کسی برائی کے ساتھ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اطاعت نہ کرنے کی صورت میں علیحدگی اور ہلکی سی مارکی سرزادے کر ادب سکھانے کا حکم دیا ہے۔ معمولی مار مارنے کی اجازت ہے، جس سے اس کے بدن پر نشان نہ پڑے، اور ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے تک نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے اور جسم کے نازک اعضاء پر مارنا مطلقاً منع قرار دیا گیا ہے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے چار موقع پر عورت کو مار کے ساتھ تاویدیب جائز قرار دی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1: جب خاوند چاہے کہ بیوی بناؤ سنگار کرے اور بیوی اسے ترک کر دے۔ 2: جب بیوی طہر کی



حالت میں ہوا اور خاوند سے ملاقات کے لیے بلائے تو بیوی انکار کر دے۔ 3: نماز نہ پڑھے۔ 4: خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔

✿: خاوند کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کے گھر میں اُسے داخل نہ ہونے دے جسے اس کا خاوند ناپسند کرتا ہے۔

✿: اگر شوہر ایک سے زائد نکاح کرنا چاہے تو اسے اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے خوشی سے اجازت دینا معاشرتی حقوق

✿: تمام رشتؤں اور تعلقات کے ہر جائز معاملے میں شوہر کو ترجیح دینا۔

✿: اس کے ماں باپ سے، خصوصاً ماں سے اپنے حقیقی ماں باپ کی طرح حسن سلوک اختیار کرنا کیونکہ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے جبکہ عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔ شوہر کے ماں باپ یادوسرے اعزہ کی طرف سے اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ تو اس کا شوہر کو طعنہ نہ دینا، کہ وہ تو ایسے ہیں، ایسے ہیں، اور ایسے ہیں۔ اسی طرح شوہر کی طرف سے پہنچنے والی ناگواری کی وجہ سے اس کو کوستہ ہوئے اس کے والدین وغیرہ کو درمیان میں داخل نہ کرنا، مثلاً: تم بھی ایسے ہو اور تمہارا فلاں اور فلاں بھی ایسا ہی ہے۔

✿: شوہر کو بلا وجوہ اس کے ماں باپ اور گھرانے سے الگ ہو جانے کے لیے اصرار نہ کرنا۔

✿: اس کے لیے ایسے کشمکش کے حالات نہ پیدا کرنا جن میں اس کے لیے بیوی اور اپنے دیگر متعلقہ رشتؤں کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے۔

✿: شوہر کو معاشرے میں یعنی: اپنے علاوہ لوگوں میں عزت دینا۔ اس کے ساتھ کسی دوسرے، خصوصاً اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں وغیرہ کے سامنے اس سے بحث و تکرار نہ کرنا۔ بلا وجوہ شکوہ و شکایت کا رویہ اختیار نہ کرنا۔

✿: اسی طرح بچوں کے سامنے ان کے باپ کا وقار بحال رکھنا۔

✿: اپنی سوکنوں سے اچھے رویے سے پیش آنا اور کبھی کبھی انہیں اپنے حق پر ترجیح دینا۔



✿:- بچوں کے جو معاملات ان کے باپ سے خصوصاً متعلق ہیں یا جن معاملات میں باپ انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دے، تو بچوں کو یہ باور کروانا کہ ان کا باپ ان کے اور ان کی ماں کے معاملے میں پوری طرح خود اختیار ہے۔

✿:- گھر میں بھی اور باہر بھی ہرجائز کام میں شوہر کے ہرجائز فیصلے کی تصدیق کرنا، ان فیصلوں کی تائید میں اس کے ساتھ کھڑے ہونا اور ان پر عمل درآمد میں حتی المقدور اس کی معاونت کرنا۔

✿:- اس کے دیگر رشتہ داروں کو بھی پردے اور دیگر شرعی اصولوں کے اہتمام کیسا تھا عزت دینا اور شوہر کے ان سے ملنے میں راضی رہنا۔

✿:- شوہر کی راز اور پردے کی باتیں دوسروں سے محفوظ رکھنا۔

✿:- دوسروں کے سامنے اندر وون خانہ مشکلات کو بطور شکوہ و ناشکری ذکر نہ کرنا

معاشی حقوق

✿:- شوہر کی آمدن اور گھر بار کے دیگر وسائل سے زیادہ اس سے مطالبے نہ کرنا۔

✿:- بے جا مطالبات، حد سے بڑھی ہوئی اپنی ضروریات اور فضولیات پوری کروانے کے لیے شوہر پر دباؤ نہ ڈالنا، قناعت کی صفت والی عورتیں اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ ہیں۔ خاوند کی آمدن کے اندر ہی اپنی جائز ضروریات پوری کروانا۔

✿:- اس کے مال کی حفاظت کرنا، اسی طرح ضرورت کے کاموں میں بھی فضول خرچی نہ کرنا، بلکہ کفایت شعاراتی کو اختیار کرنا۔

✿:- شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کے مال کو خود، یا کسی کو استعمال کے لیے نہ دینا۔ ہاں، چھوٹی موٹی ایسی چیزیں جن کے بلا اجازت استعمال کر لینے کے بارے میں معروف ہے کہ شوہر ناراض نہیں ہو گا ان کے استعمال میں حرج نہیں۔

✿:- شوہر کی اجازت کے بغیر سلامی، کڑھائی وغیرہ معاشی مصروفیات میں مشغول نہ ہونا، کیونکہ اس کا نام و نفقة تو شوہر پر ہی واجب ہے، اس لیے اس میں مشغولیت کے ساتھ کہیں گھر بیوڈ مہ داریوں اور



خاوند کی خدمات ضروریہ میں خلل نہ واقع ہو جائے، اور اگر ایسا ہوا تو یہ یقیناً آپس کی رنجش اور اختلاف کی طرف لے جانے والا ہے، لہذا بلا اجازت ایسے کاموں میں نہ پڑے، ہاں اگر شوہر کی بھی تمبا ہو اور گھر لیو مصروفیات سے بھی کچھ وقت مل جائے تو پھر ایسی مشغولیات میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔
قلبی حقوق قلبی حقوق دو طرح کے ہیں: [1] روحانی پاکیزگی۔ [2] ذہنی سکون۔

روحانی پاکیزگی

✿: شوہر دین کے معاملے میں جتنا آگے گے بڑھنا چاہے اس کا بھرپور تعاون کرنا اور اسے اس کام کے لیے فارغ کرنا۔ اس کی دینی ضروریات کے پورا ہونے کے لیے جہاں تک ہو سکے اپنے حقوق کی قربانی دینا۔
✿: اگر شوہر دعوت و تبلیغ، جہاد یا حصول علم کے لیے نکلا چاہے تو اس کا تعاون کرنا،
بنوٹی اسے اجازت دینا، بلا وجہ اس کے ان خیر کے ارادوں میں رکاوٹ نہ بننا، واضح رہے کہ اپنے ایمان و اعمال صالحہ کی درستگی اور بہتری کے لیے جدوجہد کرنا خاوند کی ایمانی ضروریات میں سے ہے، ان کی تکمیل کے لیے وہ قدم اٹھاتا ہے اُس میں اس کی معاونت کی جانی چاہیے۔ اور اگر رکاوٹ محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہو تو پھر ایسی صورت میں خاوند کا اللہ کے راستے میں نکلا بیوی کی حق تلفی شمار نہیں ہو گا۔ اور اگر رکاوٹ کسی حقیقی عذر کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں شوہر کا نہ نکلنا بذات خود ایک شرعی حکم ہے۔

✿: شوہر کے لیے، اُس کے ماں باپ اور دیگر متعلقین کے لیے دنیا و آخرت کی خیر کی دعائیں کرنا۔

✿: حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:
”أَكْسِي الِّنِسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: “الَّتِي تَسْرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيقُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَا لَهَا إِمَّا يَكُرُّهُ“۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: کون سی عورت اچھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شوہر اسے دیکھ لے تو خوش کر دے، اور جب اُسے حکم کرے تو اطاعت کرے، اور اپنی ذات اور اپنے مال میں ایسا تصرف نہ کرے جسے شوہر پسند نہ کرتا ہو۔



ذہنی سکون

✿:- ذہنی سکون دینا ایک تو یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام حقوق اس کے پورے کیے جائیں، ان کے علاوہ یہ ہے کہ

✿:- بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے قول و فعل پر اعتماد کرے، بلاوجہ کسی شک و شبہ میں نہ پڑے۔

✿:- اپنے آپ کو شوہر کی نظروں میں حقیقتاً قابل اعتماد بنانے کی کوشش کرتے رہنا۔

✿:- اس کی تکالیف اور مشقتوں میں اس کو تسلی دینا، حتی الوع اس کے ساتھ تعاون کرنا اور اس کا

مشکور رہنا۔

✿:- اس کے سامنے بلا ضرورت غیر مردوں، یا غیر عورتوں کے حسن و جمال کے تذکرے نہ کرنا۔

✿:- گھر میں ہو یا باہر اپنی عزت و عصمت کی حفاظت اور دیگر احکامِ اسلام پر خود اہتمام سے عمل کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں پر ان کی محنت کے ذریعے شوہر کو مطمئن رکھنا۔

✿:- اپنی زیب و زینت اور آرائش کو شوہر کے لیے ہی خاص کرنا اور خصوصاً اپنی ہر طرح کی جسمانی نظافت، یعنی: صفائی سترہ ای کا خیال رکھنا۔

✿:- اس کی کسی بھی پریشانی کے وقت میں اپنی بے پرواٹی اور لاتعلقی ظاہرنہ کرنا اور اس کے حل کے لیے اپنی کوشش کرنا اور عمردہ رائے دینا۔

✿:- مناسب حد تک اپنی تکالیف اور مسائل کا اس سے تذکرہ کرنا تاکہ وہ اپنائیت محسوس کرے۔

✿:- مناسب حد تک اسے اپنی ضرورتوں اور خواہشات سے آگاہ رکھنا۔

✿:- شوہر کی بے دینی کی وجہ سے اس کی طرف سے پہنچنے والی تلمذیوں، ایذا رسانیوں اور نادانیوں پر آخری حد تک صبر کرنا۔

✿:- اپنی بذریانی، اور کسی بھی قسم کی ایذا رسانیوں سے اُسے محفوظ رکھنا۔ حضرت معاذ بن جوزہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

“لَا تُؤْذِي إِمْرَأَةً زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجُهُتُهُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ: لَا تُؤْذِيْهُ”



قَاتِلُكَ اللَّهُ إِنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ دَحِيلٌ يُؤْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكُ إِلَيْنَا۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ”جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ستائی ہے تو (آخرت میں) جو حوراًس کو ملنے والی ہے وہ یوں کہتی ہے کہ خدا تیر اناس کرے تو اس کو مت ستا، یہ تو تیرے پاس مہماں ہے، تھوڑے ہی دن میں وہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔“

✿:- یہ کوشش کرنا کہ گھر یو معاشرات شوہر کے گھر آنے سے پہلے خود ہی نہ لے جائیں۔

✿:- شوہر کے گھر آتے ہی اسے مسکرا کر سلام کر کے ملنا، مشقت نہ ہو تو کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا، پانی کا پوچھنا یا پیش ہی کر دینا اور اگر کوئی پریشانی کی بات ہو تو فوراً اس کا اظہار نہ کرنا اور حتی الامکان اُسے مؤخر کرنے کی کوشش کرنا۔

✿:- وقتاً فوقاً، خصوصاً شوہر کے کسی سفر سے واپسی پر اُس کے لیے کسی مناسب ہدیے کا انتظام کرنا، اور ایسے موقع پر کھانے وغیرہ کی تیاری میں بقدر ممکن اہتمام کرنا۔

✿:- گھر میں موقع بموقع کسی جائز ہنسی مذاق یا کھیل کی شکل میں تفریح کے موقع پیدا کرتے رہنا۔



جامعہ کی فاضلات متوجہ ہوں

الحمد للہ ہر سال کی طرح امسال بھی

فاضلات جوڑ

گارڈن ٹاؤن

6 جنوری بروز اتوار

بوقت: صبح 10 تا 3 بجے

جامعہ نے لہنی فاضلات کو ایک مرتبہ پھر لہنی آنکھ میں
تیج ہونے کا موقع فرہم کیا ہے تاکہ وہ اپنے اساتذہ کرام
سے حیرہ استفادہ کر سکیں، اپنے قلبی اور عملی مسائل کو
اساتذہ کے سامنے رکھ سکیں، لہنی ہم سبق فاضلات سے
ملاقات کر سکیں اور عملی زندگی کو ہبھن بنانے کے
لئے دو دین کی حامل محنت کی چددگردی کو ہبھن کرنے کے لئے
جامعہ کے روحانی ماحول سے حیرہ استفادہ کر سکیں سوچا جائے کہ
درود یا اس کی درستگاہ ایک مرتبہ پھر آپ کی منتظر ہیں۔

برائے رابطہ
042-37419993

فاضلات جوڑ

گلشن روائی

30 جنوری بروز اتوار

بوقت: صبح 10 تا 3 بجے



مولوی صاحبان اور معاشرہ

اور یا مقبول جان

شیر شاہ سوری کے بنائے ہوئے پیاس زمین کے خوبصورت نظام کی بنیاد پر جب انگریز نے بر صغیر پاک و ہند میں زمینوں کے ریکارڈ مرتب کرنے شروع کیے تو اس کے دماغ میں ایک طبقے سے شدید نفرت رچی لسی تھی اور وہ تھا اس سرزی میں کامولوی۔ انگریز کی آمد سے پہلے یہ لفظ معاشرے میں اس قدر عزت و تو قیر کا حامل تھا کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اپنے نام کے ساتھ مولوی صاحبان کا اضافہ کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ انگریز کی اس طبقے سے نفرت کی بنیاد 1857ء کی جنگ آزادی میں پڑی جس کے سرخیل یہی مسجدوں کے مولوی تھے۔ دلی کی جامع مسجد سے جہاد کے اعلان نے بر صغیر کے مسلمانوں کو اس آخری معركے کے لیے تیار کیا۔ لیکن یہ تو گرگشتہ پچاس سالوں کی وہ جدو جہد تھی جو مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر دین پڑھانے والے ان مسلمان علماء نے کی تھی۔ ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ایسا واقع تھا جس نے انگریز کو بر صغیر میں قدم جمانے کا موقع فراہم کیا۔

ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر اس قدر خوش کن تھی کہ آج بھی ایڈمبرا کے قلعہ میں موجود ٹیپو کی نوارات کے ساتھ یہ تحریر درج ہے کہ اس کی موت پر پورے انگلستان میں جشن منایا گیا۔ اس کے بعد انگریز نے ساری توجہ ان مسلمان مدرسون کو بند کرنے، ان کو مسمار کرنے اور وہاں پر ہونے والے تدریسی کام پر پابندی لگانے پر مبذول کر دی۔ اسی کے ایک سپوت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 1803ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا مشہور فتویٰ دیا 1857ء کی جنگ آزادی میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی قیادت علماء کر رہے تھے۔ مولوی کے بارے میں



انگریز افواج اور انتظامیہ متفق تھی کہ وہ ان کا شمالی ہند میں سب سے بڑا ڈمن ہے۔

آرکائیوز کے اندر موجود دستاویز میں اس مولوی کا جس قدر خوف خاط و کتابت میں دکھائی دیتا ہے وہ حیران کن ہے۔ ان کے مقابلے میں ایک دوسرا طبقہ تھا جس کی وفاداریوں نے انگریز کے دل میں اپنی جگہ بنائی تھی۔ یہ تھا خط پنجاب کا زمیندار چودھری سردار و ڈیرہ اور نواب جنہوں نے مسلمانوں کی اس جنگ آزادی میں مجاہدین کے خلاف لڑنے کے لیے افرادی قوت فراہم کی۔ یہی نہیں بلکہ ان بڑے بڑے زمینداروں نے اپنے علاقوں میں جس طرح مسلمانوں کا خون بھایا اور انگریز کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبایا وہ تاریخی سچائی ہے۔ پاکستان کی اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے اکثر ممبران کے آباء و اجداد مسلمانوں کے خلاف اس خوزیری کی قیادت کرتے تھے اور یہاں تک کہ ایک مسلمان جہادی کو مارنے کا معاوضہ صرف چند روپے لیتے تھے۔ پنجاب کی بھرتی کے یہ “عظیم سبوت” جن کی اولاد میں آج ہماری سیاسی قیادت ہیں انگریز کے اس قدر وفادار تھے کہ جنگ عظیم اول میں جب فوج کی بھرتیاں شروع ہوئیں تو 1914ء میں 28 ہزار میں سے 14 ہزار پنجاب سے بھرتی ہوئے۔ 1915ء میں 93 ہزار میں سے 46 ہزار پنجاب سے اور 1916ء کے آخر تک پورے ہندوستان سے 2 لاکھ 23 ہزار نوجوان انگریز کے لیے لڑنے کے لیے فوج میں بھرتی ہوئے۔ ان میں سے ایک لاکھ دس ہزار پنجاب سے تھے۔

دوسری جانب 1857ء کی جنگ آزادی میں ہزاروں علماء کو پھانسیاں دی گئیں، تو پ کے ساتھ باندھ کر اڑا دیا گیا، کالا پانی بھیجا گیا مگر ان کی تحریک زندہ وجہ وید رہی۔ 1864ء میں انبالہ سازش کیس میں مولانا جعفر تھامیسری (رحمۃ اللہ علیہ)، مولانا یحییٰ (رحمۃ اللہ علیہ) کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے۔ شوق شہادت کا یہ عالم کہ دونوں سجدہ شکر ادا کرتے ہیں۔ انگریز ڈپٹی کمشنر پارسن اگلے دن آتا ہے اور کہتا ہے ”هم تم کو تمہاری مرغوب سزا شہادت نہیں دیں گے بلکہ تمہیں تمام زندگی کالا پانی میں کاٹنا ہوگی۔ اس کے بعد یہ مشعل مستقل روشن رہتی ہے۔ 1863ء پنڈ سازش، 1870ء مالوہ سازش، 1871ء انبالہ سازش، 1870ء راج محل سازش اور ایسی بے شمار سازشوں کے خلاف بغاوتیں برصغیر کے ان مولوی صاحبان کے سینے کا تمغہ ہیں جو بوری نشین تھے۔ انگریز جب ریونیوریکارڈ مرتب کرنے لگا تو اس نے برصغیر اور خصوصاً پنجاب میں آبادی کو دھوکوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک باعزت کاشتکار اور دوسرے غیر کاشتکار کاشتکاروں میں وہ اعلیٰ نسل نواب، چودھری، سردار، ڈیرے اور



خان شامل تھے جنہوں نے انگریز سے وفاداری کے صلے میں زمینیں، جاگیریں اور جائیدادیں حاصل کی تھیں۔ جب کہ غیر کاشتکاروں میں محنت مزدوری سے رزق کمانے والے لوہار، ترکھان، جوالا ہے، موبچی وغیرہ۔ انھیں عرف عام میں کمی یعنی کمترین کام کے لئے کمین ایک عام لفظ ہے جو ہر ملتکبر زمیندار کے منہ پر ہوتا ہے۔

ریوینیو (محکمہ مالیات) کے ریکارڈ میں ایک ”فہرست کمیاں“ مرتب کی گئی جس میں لوہار، ترکھان اور موبچی، جوالا ہے کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کے دینی طبقے مولوی کو بھی شامل کر دیا گیا اور پھر گاؤں میں جو تضییک کمی کمینوں کے حصے میں آئی مولوی کو بھی اسی تضییک کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود اس طبقے نے مسجد کی چٹائی سے دین کی مشعل تھامے رکھی۔ ہزاروں دیہاتوں میں یہ واحد پڑھا لکھا فرد ہوا کرتا تھا لیکن بڑے زمیندار جو جاہل اور ان پڑھتے ان کی تدبیل سہتا، جو تیوں میں بٹھایا جاتا، کشائی پر بیگار میں لگایا جاتا مگر کمال ہے اس مرد باصفا کا کصح فجر پر مسجد پہنچتا، چبوترے پر کھڑے ہو کر اذان دیتا، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا، بچوں کے کان میں اذان دیتا، نکاح پڑھاتا اور اس ظالم چودڑی کے مرنے پر اس کے لیے قرآن بھی پڑھتا اور دعا کے لیے ہاتھ بھی اٹھاتا۔ شہروں میں بھی مولوی کو مسجد کی ڈیوٹی تک مدد و کردار دیا گیا۔ معاشرے سے اس کا تعلق صرف تین مواقع پر ہوتا ہے۔ پیدائش کے وقت کان میں اذان، شادی کے وقت نکاح خوانی، اور موت پر مرنے والے کا جنازہ اور دعائے مغفرت۔

ملک بھر کی چھوٹی چھوٹی لاکھوں مساجد میں یہ امام صاحب ایک مزدور سے بھی کم تختواہ پر امت کا سب سے اہم فریضہ یعنی اللہ کی جانب بلانا، ادا کر رہے ہیں، بچوں کو قرآن بھی پڑھا رہے ہیں اور پنځگانہ نماز کی امامت بھی۔ کبھی ایک سینڈ کے لیے بھی مساجد میں نماز لیٹ نہ ہوئی کہ مولوی صاحبان اپنے مطالبات کے حق میں ہڑتال پر ہیں۔ اس معاشرے نے جو فرض عین انھیں سونپا ہوئے نہیں کہ مولوی صاحبان اپنے مطالبات کے لئے زیادہ حسن و خوبی اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا۔ اس سب کے بد لے میں انگریز کے اس تخلیق کرده معاشرے نے مولوی صاحبان کو کیا دیا۔ وہ قرآن جس کی تعلیم کو اللہ نے سب سے بہتر تعلیم قرار دیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان معلوموں اور طالب علموں کو افضل ترین قرار دیا۔ یہ طالب جو اس راستے پر نکل شام کو ہر دروازے پر دستک دے کر کھانا اکٹھا کرتے ہیں اور پھر جو روکھی سوکھی مل جائے اسے نوش جاں کرتے ہیں۔ عالیشان کوٹھیوں میں رہنے والے اپنے بچوں کو انگریزی، فرنگی، کیمسٹری کے لیے ہزاروں روپے ماہانہ دے کر بہترین استاد کا بندوبست



کرتے ہیں، لیکن قرآن پڑھانے کے لیے انھیں ایسا مولوی صاحبان چاہیے جو دو وقت روٹی لے کر خوش اور زیادہ سے زیادہ عید پر ایک جوڑا۔ جنھیں اپنے سے گے ماں باپ کو موت کے بعد نہلا نہیں آتا، اپنے باپ یا ماں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے مغفرت کی دعا کے دو حرف پڑھنے نہیں آتے وہ مولوی صاحبان کا تمسخر اڑاتے رہے۔ اسے تفحیک کا نشانہ بناتے رہے۔ لیکن یہ مولوی صاحب اللہ کا بندہ اس معاشرے کی تمام تر ذلت و رسوانی کے باوجود پانچ وقت اللہ کی بڑائی اور سید الانبیاء ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتا رہا۔

وہ اگر سرکار کی کسی مسجد میں ملازم ہوا تو اس کی عزت و توقیر بھی پاؤں تک رومندی گئی۔ کسی اوقاف کے میجر نے اس کو ہاتھ باندھ کر کھڑا کیا تو دوسرا جانب کسی انگریز فوجی یونٹ کے کرنل نے بلا کر کہا، اور مولوی صاحبان تمہیں سمجھنے نہیں آتی یہ تم کیا قرآن کے الٰہ سید ہے معانی نکالتے رہتے ہو۔ انسان کے پنج بن جاؤ ورنہ کوارٹر گارڈ بھی بند کر دوں گا۔ تمسخر، تفحیک، ذلت، لطینے بازی سب اس مولوی صاحبان کا مقدر تھی اور ہے۔ اب تو اگر کوئی اس حیلے کا شخص کسی چیک پوسٹ پر آ جائے تو ہمشترک دی کے شہبہ میں تلاشی کے عذاب سے بھی گزرتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس دور کی پرآشوبی میں دین کی اگر کوئی علامت ہے تو اس بوسیدہ سی مسجد کے چھوٹے سے کوارٹر میں رہنے والا مولوی۔ اسلام صرف مولوی صاحبان کا نہیں ہم سب کا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز صرف مولوی صاحبان سے نہیں پوچھے گا کہ تم نے دین کا علم حاصل کرنے اور پھیلانے میں اپنی ذمے داری ادا کی بلکہ ہر مسلمان سے یہ سوال ہوگا۔ اس سے بھی جو مسلمان کھلاتا ہے لیکن مسلمان بتا نہیں اور اس سے بھی جو مسجد میں چندہ دے کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ دین کا فرض ادا ہو گیا۔ یہ رو یہ جو گزشتہ دوسو سال سے انگریز نے اس معاشرے میں پیدا کیا ہے جس نے مولوی صاحبان کو تمسخر کا نشانہ بنایا ایسے معاشرے میں جب ایک خاتون عالمِ دین اور پابندِ شرع شخص کو اوابے، ابے، جاہل اور ایسے ذلت آمیز الفاظ سے بلاتی ہے تو تعجب کیسا۔ ایسا وہ معاشرے کے کسی اور طبقے سے کر کے دکھائے۔ زندگی جہنم نہ بنادیں اس کی، کسی پارٹی کے لیڈر کو اس طرح ذلیل و رسوانے کی کوشش کرے۔ ہر کسی کا زور مولوی صاحبان پر چلتا ہے۔



امانت کی مختلف صورتیں

مولانا شیخ نعمان صاحب

آئیے! ہم بھی دیکھتے ہیں روزمرہ کی زندگی میں کب ہم امین ہوتے ہیں اور امین ہونے کی حیثیت سے ہماری کیا ذمہ داری ہوتی ہے؟ کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا ہے: ”جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں“، یعنی امانت دار ہونا ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ کون کون سی صورتیں امانت میں شامل ہیں؟ ان میں سے کچھ کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم امانت کا حکم دیکھتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس دوسرے کامال ہے تو اس کی چند حیثیتیں ہو سکتی ہیں۔

امانت: امانت کی صورت میں ہمارے ذمہ لازم ہے کہ مالک کی مرضی کے مطابق اس مال کو رکھیں، حفاظت کریں۔ اس کی حفاظت میں اپنی بہترین صلاحیتیں لگائیں۔ لاپرواٹی کا مظاہرہ نہ کریں۔ مالک کی مرضی کا خیال رکھنے کے باوجود، اچھے طریقے سے حفاظت کا انتظام کرنے کے باوجود بھی اگر وہ چیز ضائع ہو جائے تو امین اس چیز کا تواوان ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ امانت کا مال اگر اپنے مال سے ملا لیا، مثلاً: کسی نے 1000 روپے دیے کہ مدرسے میں دے دینا۔ ہم نے ان پیسوں کو اپنے پیسوں کے ساتھ رکھ لیا۔ پھر خدا نو استہ پرس گر گیا، چھن گیا یا چوری ہو گیا۔ اب بہر حال! ہم ذمہ دار ہو جائیں گے۔ کیونکہ اپنے پیسوں کے ساتھ ملا لینے کی وجہ سے وہ امانت ہماری ”ذمہ داری“ میں آگئی تھی۔ امانت کو رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امانت کے مال کو اس طرح علیحدہ رکھیں کہ اپنے مال سے الگ رہے۔

ذمہ داری ہمارے پاس اگر کسی دوسرے کا مال ہے تو اس کی ایک صورت ”ذمہ داری“ کی بھی ہے۔ ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں وہ مال ہر حال میں واپس کرنا ہے۔ ذمہ داری میں مال آنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً: اس کی ایک صورت قرض یا ادھار ہے۔ اگر میں نے کسی سے قرض لیا ہے یا



کسی سے ادھار چیز خریدی ہے تو وہ ادھار میری ذمہ داری میں ہے۔ وہ بہر صورت مجھے ادا کرنا ہے۔ اس کی ایک صورت کسی سے مال چھیننا یا بغیر رضامندی کے حاصل کرنا بھی ہے۔ چوری، چھینا جھٹی تو اس کی مثلیں ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم نے اپنے کسی دوست، بھائی یا پڑوی سے کوئی چیز بغیر اس کی اجازت و رضامندی کے لی تو وہ بھی ہماری ذمہ داری میں آ جاتی ہے، جیسے: مارکیٹ میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اوزار برابر والی دکان سے لیتے ہیں۔ اگر وہ مالک کی رضامندی سے لیے تو ٹھیک، اگر اس کی دلی رضامندی نہ ہوئی تو لیا ہوا سامان ہمارے ذمہ میں آ گیا، دوسرے کے مال کا اس کی رضامندی کے بغیر استعمال کرنے کا گناہ الگ، لہذا اس حوالے سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ جب تک واضح اجازت نہ ہو یا بے تکلفی ایسی نہ ہو کہ سامنے والا ناپسند نہیں کرے گا، دوسرے کی چیزوں کو استعمال کرنے میں احتیاط کریں۔ اسی طرح امانت کے طور پر ہمارے پاس موجود مال میں اگر ہم نے مالک کی مرضی کا خیال نہیں رکھا تو وہ مال بھی ہمارے ذمے میں آ جائے گا۔ اس کی عام مثال یہ ہے کہ میں نے کہا کہ ذرا یہ اوزار مجھے ایک دن کے لیے دے دینا، کل واپس کر دوں گا۔ کل بھی گزر گیا، سامان واپس نہیں کیا یا کہا تھا کہ اس سے یہ کام کرنا ہے یا میں خود اس کو استعمال کروں گا۔ پھر کوئی اور کام کیا یا دوسرے کو استعمال کے لیے دے دیا۔ ان سب صورتوں میں مالک کی مرضی کے خلاف استعمال کیا تو وہ چیز جو امانت کے طور پر تھی، اب ذمے داری میں آ گئی۔

ذمہ داری میں چیز کا حکم یہ ہے کہ جس کے قبضے میں ہے، اگر اس میں نقصان آ گیا تو وہ ذمہ دار ہو گا۔ مالک اس نقصان کو پورا کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ہمیں اس حوالے سے بیدار رہنے کی ضرورت ہے کہ دوسرے کا مال نہ تو دوسرے کی مرضی کے بغیر استعمال کریں اور نہ ہی استعمال کے دوران مالک کی مرضی کی خلاف ورزی کریں۔ استعمال پورا ہوتے ہی واپس کر دیں۔ اس حوالے سے واضح حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اب آئیے! کاروباری معاملات میں امانت کی کچھ صورتوں کا جائزہ لیتے ہیں: سربراہ کا مال ماتحتوں کے پاس ایک عام صورت امانت کی بیٹھی کے پاس موجود مال ہے۔ اسی طرح بیوی کے پاس شوہر کا مال یا بھائی کے پاس بھائی کا مال ہے۔ یہ مال بیٹھی، بھائی یا بیوی کے پاس امانت کے طور پر ہے۔ چاہے وہ مال کاروبار میں ساتھ ہونے کی وجہ سے ہو یا مشلاً: باپ نے یا شوہر نے دیا ہے،



لیکن مالک نہیں بنایا، مثلاً: گاڑی دی ہوئی ہے یا کوئی استعمال کا سامان دیا ہوا ہے، یہ چیز بیٹھے، بھائی یا بیوی کے ہاتھ میں امانت ہی ہے۔ اسے والد، بھائی اور شوہر ہی کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے۔

بیانہ کاروباری معاملات میں یہ عام رواج ہے کہ جب کوئی معاملہ ہوتا ہے تو کچھ رقم اسی وقت لے لی جاتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاملہ کرنے والی پارٹیاں اس معاملے پر قائم رہیں۔ اگر معاملہ ہو جاتا ہے تو وہ رقم حساب میں آ جاتی ہے، مثلاً: بازار میں ایک گاڑی پسند آگئی۔ گاڑی 5 لاکھ کی ہے۔ اب مالک کو 5 ہزار دے دیے کہ باقی بعد میں دے دوں گا۔ اگر یہ سودا ہو جائے تو خریدار کے ذمے 4 لاکھ 95 ہزار دہ جاتے ہیں۔ سودا پورا ہونے سے پہلے تک یہ 5 ہزار بینچے والے کے پاس امانت ہیں۔ اگر سودا نہ ہو سکے تو یہ رقم واپس کرنا ضروری رہے گا۔ کرایہ دار کے پاس چیز کرایہ داری کے معاملے میں متعین کرایہ پر مالک اپنا مال کرایہ دار کو استعمال کے لیے دیتا ہے۔ یہ مال کرایہ دار کے پاس امانت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مالک نے جس استعمال کے لیے دیا ہے، اسی استعمال میں اس چیز کو لائے، مثلاً: دکان تجارت کے لیے دی، صنعت کاری کے لیے نہیں دی، اب کرایہ دار اس دکان میں مشینیں لگائے تو اس کے لیے یہ شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ عاریت کا مال اگر بغیر معاوضے کے کوئی چیز استعمال کے لیے دی جائے تو اسے ”عاریت“ کہتے ہیں۔ عاریت پر دیا گیا مال بھی لینے والے کے پاس امانت ہے۔ اسے مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہوگا۔

ملازم یا سروں دینے والے کے پاس سامان: ملازم کے پاس جوشیا مالک کی ہیں، وہ بھی امانت ہیں۔ اسی طرح میری گاڑی خراب ہو گئی۔ میں ملکینک کے پاس لے گیا، اس نے کہا کہ دو دن بیہیں چھوٹی نی پڑے گی۔ یہ گاڑی ملکینک کے پاس امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے مالک کی مرضی کے مطابق ہی استعمال کرنا ضروری ہوگا۔ وکیل کے پاس مال: میں نے اپنا موبائل دیا کہ تم مارکیٹ کو اچھا جانتے ہو، یہ موبائل بکوا دو اور موبائل دے دیا۔ یہ موبائل وکیل کے پاس امانت ہے۔

شریک کے پاس مال: ایک شریک کا دوسرا شریک کے پاس مال بھی امانت ہے۔ چاہے وہ شرکت ملکیت میں ہو، جیسے: ایک کپڑے کی لاث اچھی قیمت پر مل رہی تھی۔ میں نے اور میرے دوست نے آدھے آدھے پیسے ملائے اور لاث لے لی۔ وہ لاث میرے پاس ہے۔ تو دوست کی آدھی لاث میرے پاس امانت ہے۔ اس کی حفاظت میرے ذمہ لازم رہے گی۔



شرکافت داری کی ایک صورت کاروباری ہے، مثلاً: میں نے اور میرے دوست نے 5.5 لاکھ ملا کر کاروبار شروع کیا۔ میں کاروبار کے حسابات دیکھتا ہوں، خریداری کرتا ہوں۔ دوست دکان داری کرتا ہے۔ اب جو مال کاروبار کا میرے پاس ہے میرے پاس امانت ہے۔ جو دوست کے پاس ہے وہ بھی امانت ہے۔ ایک دوسرے کے مال میں ہم امین ہیں۔ مضاربہت کامال: وہ صورت جس میں کاروبار میں پیسے لگائے، مثلاً: یہ 10 لاکھ روپے لو اور کاروبار کرو۔ جنف ہو گا وہ آدھا آدھا کر لیں گے۔ اب کام کرنے والے کے پاس مال امانت ہے۔ اسے مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہو گا۔

متولی کے پاس قوف کامل: قوف کے گنگان کے پاس موجود قوف کامل لانت ہے جیسے مسجدِ کمیٹی کے پاس چندے کامل ہے یا مدرسہ کی انتظامیہ کے پاس موجود مال ہے اس مال کو دینے والوں کی بہلیات کے طبق خرچ کرنا ضروری ہو گا۔ رہن کے طور پر رکھی ہوئی چیز: ایک آدمی قرض لینے آیا ایسا ادھار پر مال خریدنے آیا۔ دینے والے نے کہا کہ کوئی چیز اپنے ادھار کے بدلتے میں رہن کے طور پر رکھواو۔ اس نے رہن کے طور پر کوئی چیز کھوادی، مثلاً: 10 ہزار کا قرض لیا اور ایک موڑ سائیکل جس کی قیمت 20 ہزار تھی، وہ رہن کے طور پر رکھواو۔ اب اس موڑ سائیکل کی حفاظت اس کے ذمے ہے۔ اسے خود استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر حفاظت کے باوجود ضائع ہو جائے گی تو قرض کے بدلتے میں ضائع ہو گی۔ اگرچہ قرض 10 ہزار تھا، لیکن مزید 10 ہزار اس کے ذمے نہیں آئیں گے کیونکہ قرض سے اوپر والی قیمت اس کے پاس امانت کے طور پر تھی۔ بہاں تک امانت کی کچھ صورتیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہم کن جگہوں پر ایک امین ہوتے ہیں۔ وہاں امانت کا حق ادا کرنا ایک شرعی تقاضا ہے۔ امانت کے معاملے میں لاپرواٹی کا مظاہرہ کرنا، ہمیں گناہ گار بنا سکتا ہے۔ گناہ کے ساتھ ساتھ وہ امانت ہماری ذمہ داری بھی بن جائے گی، وہ مال جس کے قدرتی نقصان کی ذمہ داری ہماری نہیں تھی، لیکن امانت کے معاملے میں غفلت کی وجہ سے وہ نقصان ہمارے ذمے آجائے گا اور ہمیں ہر حال میں وہ یا اس قیمت لوٹانی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں امین بنادے۔ ہم بھی کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل ہو کر کامیاب ہو جائیں۔ ہمت کریں، قدم بڑھائیں اور عمل کریں۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ ہماری تبدیلی ہی معاشرے کی تبدیلی ہے۔ (بنکریہ شریعہ اینڈ بزنس)



تربیت اولاد سے متعلق غازی اصول

جناب محمد عامل عثمانی

دوسرا اور آخری قط

ڈاکٹر محمود احمد غازی حفظہ اللہ علیہ ایک نامور اسلامی سکالر تھے دور جدید کے مسائل پر ان کی بڑی گہری نظر تھی وہ یمن الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر اور وفاقی وزیر مذہبی امور رہے (انقال: 26 ستمبر 2010) ڈاکٹر صاحب اور میں مدرسہ بنوری ٹاؤن کراچی کے اوپرین درجات میں ہم کلاس تھے پھر ہوا یوں کہ میں نیکل پڑھائی کی طرف کل گیا اور وہ دینی علوم ہی سے وابستہ رہے حتیٰ کہ انہوں نے اسی میدان کی تقریباً آخری حدود کو چھوپا یا۔ 26 ستمبر 2010 کو جامعہ صولتیہ کے ناظم اعلیٰ کافون آیا کہ آپ کے دوست ڈاکٹر غازی حفظہ اللہ علیہ کا انقال ہو گیا ہے مجھے اس خبر سے سکتہ طاری ہو گیا کہ میرے بچپن کا دوست جوابی کچھ ہی عرصہ پہلے ملے تھے دنیا سے رخصت ہو گئے، سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے (اللہ تعالیٰ میرے دوست کی مغفرت فرمائے، آمین) ان کی صاحبزادی ماریہ بنت محمود غازی کا ایک مضمون (غازی اصول) پڑھنے کو ملا، اس میں تربیت اولاد کے بارے میں اہم اصول بیان کئے گئے ہیں، ذیل کا اقتباس اسی سے ماخوذ ہے۔

(5):۔ بچوں کو مستقبل میں ان کی مرضی کے مضامین اختیار کرنے کی آزادی ہونی چاہئے، والدین انتہائی محبت اور محنت سے اولاد کی پرورش کرتے ہیں اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ وہ اولاد سے بھی یہی چاہئے ہیں کہ وہ ہر بات ان کی مرضی سے کرے اکثر والدین اپنے بچوں کو زبردستی ان کی مرضی کے خلاف اپنی پسند کے مضامین اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں یہ امر بعض اوقات اولاد کے مستقبل کے لئے بہت نفعان دہ ثابت ہوتا ہے۔



بابا نے کبھی ہم سے اس قسم کی کوئی زبردستی نہیں کی قدر تی امر ہے کہ ان کو خواہش ہوگی کی ان کی بیٹیاں یونیورسٹی سے دینی علوم حاصل کریں لیکن کبھی خود نہیں کہا۔

جب میں نے یونیورسٹی میں حدیث کے تخصص کا ارادہ ظاہر کیا تو بہت خوش ہوئے اور پوری پڑھائی کے دوران جب کبھی ضرورت پڑتی ہمیشہ درست بروقت اور جامع رہنمائی کرتے تھے۔

ایک دفعہ کسی اسائنسنٹ کے سلسلے میں ان سے پوچھا کہ بابا خلیفہ کو کیسا ہونا چاہئے اس کی کچھ صفات بتا دیں کہنے لگے بسطة في العلم والجسم اہل علم بجا طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ ان کلمات میں ایک خلیفہ کا پورا تصور پہنچا ہے۔

کبھی زبردستی ہمیں باقاعدہ کوئی تعلیم دینے کی کوشش نہیں کی غیر محسوس انداز میں کچھ نہ کچھ بتاتے رہتے تھے ایک مرتبہ ہم نے یخواہش ظاہر کی کہ آپ خود ہمیں کوئی کتاب پڑھادیں تو سن کر بہت خوش ہوئے اور الغوز الکبیر کا انتخاب کیا وقت مقررہ پر اپنے سب کام چھوڑ کر ہمیں بلا لیا کرتے تھے خوب ذوق و شوق سے پڑھاتے تھے اور اس دوران چھوٹے چھوٹے اسائنسنٹ بھی دیتے تھے پھر اس پر انعام بھی دیتے تھے۔

ایک اور اہم نکتہ جو، اب سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ ہمیشہ خود ڈھونڈنے اور لکھنے کی ترغیب دیتے تھے جب بھی انگریزی میں مواد چاہئے ہوتا تھا تو اردو اور عربی کی کتابوں کے نام بتاتے تھے اور جب عربی میں چاہئے ہوتا تھا تو انگریزی میں بتاتے تھے کہ اس میں سے دیکھ کے سمجھ لیں۔

(6)۔ اس سلسلے میں ایک اور ضروری امر فرائض منصی اور گھر یلو مصروفیات میں توازن کا قیام ہے گھروالوں کو یہ احساس دلانا کہ ان کے امور بھی اسی طرح اہم ہیں جس طرح دفتری معاملات اہم ہیں ہمیشہ ثبت نتائج پیدا کرتا ہے۔

بے پناہ مصروفیات کے باوجود بابا گھر یلو امور سے کبھی غافل نہیں ہوئے کتنی بھی مصروفیت ہوتی جتنی بھی تھکاؤٹ یا پریشانی ہوتی گھر میں ہمیشہ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔

گھروالوں کو ہمیشہ یہ احساس دلاتے تھے کہ ان کے معاملات بھی اسی طرح اہم ہیں جس طرح باقی امور کبھی ہمیں اپنی پڑھائی سے متعلق کوئی خریداری کرنی ہوتی تو فوراً جانے کا بندوبست کرتے یا خود



لے جاتے بچپن میں جب بھی ہماری نئی کلاس شروع ہوتی تھی تو کتنی بھی مصروفیت ہو خود لے جارک سب چیزیں دلو اکرلاتے تھے۔

ہر آنے جانے والے کی خیر خبر، ضروری امور کی انجام دہی اور سب گھروالوں کے مسائل اور ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنا معمول کا حصہ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصول و ضوابط پر عمل کرنے اور کروانے میں بھی کوئی چک نہیں تھی اکثر وہ چیزیں چھوڑ دیا کرتے تھے جو ان کا استحقاق ہوتا تھا جواب میں بس یہی کہتے کہ یہاں سب لے لیں تو وہاں کیا ملے گا۔

ایک بہت اہم خوبی جو میں اپنے اندر لانا چاہتی ہوں لیکن تاحال ناکام ہوں وہ یہ ہے کہ بابا بیک وقت مختلف امور کمکل ڈجیٹی کے ساتھ انجام دے لیتے تھے اور ہر کام کا پورا حق ادا کرتے تھے بابا کے اندر کمٹمنٹ اور لگن کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کام کا ارادہ کر لیتے تھے اس کو پورا ضرور کرتے تھے کبھی اکتا کریا ناکامی کے خوف سے کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑا بیک وقت تمام علمی، انتظامی اور ذاتی ذمہ داریوں سے بطریقِ احسن نبرد آزم رہتے تھے۔

(7)۔ ایک اہم پہلو، ان کی شخصیت کا جس کا ذکر ضروری ہے وہ ہر طرح کے حالات میں جذبات پر کمکل قابو رکھنا اور شریعت کے احکام کی پاسداری کرنا ہے، یہ امر بھی تربیت اولاد میں بہت ضروری ہے ورنہ اولاد کی محبت میں انسان بعض اوقات اپنے اصولوں پر سمجھوتہ کر لیتا ہے اور قول عمل میں تضاد کا شکار ہو جاتا ہے اپنی تمام تر توجہ اور محبت کے باوجود آپ اپنے اصولوں میں بے چک تھے اپنے لئے ایمانداری اور تقویٰ کے بڑے کڑے معیار قائم کرنے ہوئے تھے جن پر خود بھی عمل کرتے تھے اور ہم سے بھی کرواتے تھے۔

ویسے تو پوری زندگی ہی شرعی احکام کی پابندی کی لیکن دو واقعات ایسے ہیں جن سے اس کا از حد اہتمام ظاہر ہوتا ہے جب میں نے اور ملمہ نے الیف ایس سی کیا تو امی کی رائے تھی کہ ہم اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لیں جب کہ ہم دونوں چاہتے تھے کہ کالج میں ہی پڑھائی جاری رکھیں ظاہر ہے یونیورسٹی میں محنت زیادہ کرنی پڑتی بابا نے کہا جو آپ کا دل چاہے کر لیں خیر ہمیں خیال آیا کہ یونیورسٹی میں ہی پڑھ لیں ہم نے



طاہر صاحب (بابا کے پی اے) کو فون کیا کہ فارم بھجوادیں وہ بابا کے مزاج کو سمجھتے تھے کہنے لگے میں بھی فارم میں بھجوار ہوں لیکن آپ ڈاکٹر صاحب سے پوچھے بغیر اس پہ کچھ لکھیے گا نہیں کیونکہ آخری تاریخ کل گزر چکی ہے ہم نے شام کو بابا سے پوچھا اور حسب موقع بابا نے یہی کہا کہ اب تاریخ گزر گئی اب نہیں ہو سکتا حالانکہ بابا اس وقت یونیورسٹی کے واں پریزیڈنٹ تھے لیکن اصول جو کہتے تھے وہی کیا چنانچہ ایک سال میں نے کالج میں پڑھا اگلے سال جب داخلے شروع ہوئے پھر داخلہ لیا اس کے بعد سے یہ بات ڈھن میں پیٹھی گئی کہ جس کام کے جو اصول و قواعد ہیں ان پر عمل کرنا ہے۔

دوسراؤ اقعد جس کا ذکر بہت سے تربیتی پہلوؤں کو جامع ہے وہ پھضھو کے انتقال کے وقت کا ہے اور میں خود اس کی گواہ ہوں جب انتقال کی دی گئی تو بابا وفتر میں تھے فوراً ڈاکٹر کو لے کر گھر آئے، ڈاکٹر نے پوچھا کہ وٹیلیٹر میشن لگائیں تو منع کر دیا کہ اللہ کا جو فیصلہ ہے ہم اس پر راضی ہیں تدفین کے بعد جب گھر آئے تو ایک دور پار کے عزیز بلاوجہ رات کو بارہ بجے تک بیٹھے رہے اور بابا سے بے مقصد گفتگو کرتے رہے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت بابا کی قلبی کیفیت کیا ہو گی اس کے باوجود بغیر کسی ناگواری کا اظہار کیے ان کی باتیں سنتے رہے یہاں تک کہ وہ خود ہی جانے کے لئے اٹھے۔

(8)۔ اولاد کی تربیت میں خلوص اور اللہ کی رضامندی کا جذبہ ہونا چاہئے اس کے لئے بعض اوقات اگر دنیا کا نقصان بھی اٹھانا پڑے تو یہ سودا بر انہیں ہے۔

بابا کی پوری زندگی پر نظر دوڑا وہ تو ایک چیز روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ والدین کی محنت و خلوص اور اولاد کے لئے دی گئی قربانی کبھی بھی ضائع نہیں ہوتی دادی محترمہ بتاتی ہیں کہ دادا نے اپنی وزارت خارجہ کی ملازمت صرف اس لئے چھوڑ دی تھی کہ مختلف ملکوں میں تبادلوں کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہیں دیا سکیں گے اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنا پورا کیریئر اور دنیاوی منصب چھوڑ دیا اور وزارت صنعت میں بطور کلرک بھرتی ہو گئے اللہ کے لئے دی گئی قربانی کا صلہ ہمیشہ عظیم ہوتا ہے بابا کو جو عزت و مرتبہ اور دنیاوی مناصب حاصل ہوئے وہ بلاشبہ ان کے والد کے اسی فیصلے کا ثمر تھا یقیناً آخرت میں وہ اس سے کہیں زیادہ کے حقدار ٹھہریں گے۔



بابا کے ایک رفیق نے ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ بابا جنت کے جس درجے میں ہیں ابا (دادا محترم) اس سے ایک درجہ اوپر ہیں بے شک وہ نہایت عزت و شرف کے مستحق بنیں گے ان کی اولاد جس بہترین طریقے سے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنی اس میں ان کے والدین کی اعلیٰ دینی تربیت اور خلوص کا بہت بڑا حصہ ہے۔

بابا کے حوالے سے اگر ذکر کروں تو یہ بات سب سے اہم لگتی ہے کہ بابا ساری زندگی دنیاوی لحاظ سے مختلف عالی مناصب پر فائز رہے اس دوران ظاہر ہے کہ بہت سے دنیادار اور ماڈرن قسم کے لوگوں سے بھی واسطہ رہتا تھا لیکن بابا نے کبھی شریعت کے عمومی مزاج اور ہمارے خاندانی اطوار سے تقاض خاندانوں سے ذاتی اور گھر بیلوم رسم نہیں رکھے اس بات کا اب احساس ہوتا ہے کہ اس وقت ہم لوگ چھوٹے اور کچے ذہن کے تھے ہم ان باتوں کا ادراک نہیں کر سکتے تھے جن کا وہ کر لیتے تھے اس لئے ایسے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہماری تربیت اور کردار سازی میں ہر گز مثبت حصہ نہ ڈالتا۔

(9): نواں اصول جس کا میں ذکر کرنا چاہتی ہوں اور میرے خیال میں آج کے اس دور میں یہ بہت ضروری بھی ہے وہ بابا کی ازدواجی زندگی کے چند پہلو ہیں اولاد کی صحیح تربیت کے لئے ضروری ہے کہ زوجین کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور یگانگت ہو دونوں کی سوچ ایک جیسی ہو اور باہمی احترام اور عزت کا رشتہ ہو ایک دوسرے کے حقوق اور خواہشات کا احساس ہو اور اس پعمل درآمد ہو اسی پآپ کی آنے والی نسلوں کی تربیت اور تعلیم کا دار و مدار ہوتا ہے۔

ہماری والدہ اور بابا کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور یکسوئی تھی ظاہر ہے کہ اوپر بیان کردہ اصولوں پر عمل کرنے میں وہ اکیلے نہیں تھے ان کی پاسداری میں والدہ محترمہ کا بھی اتنا ہی کردار ہے جتنا بابا کا ہے۔ میں نے پوری زندگی میں کبھی امی بابا کو ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرتے یا الجھتے ہوئے نہیں دیکھا ظاہر ہے کہ اختلاف رائے ہوتا تھا لیکن دونوں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات اہم معاملات میں ہماری بھی رائے لیا کرتے تھے جب بابا نے قطر جانے کا فیصلہ کیا تو ہم سے بھی پوچھا تھا کہ ہنہوں کو وہ ایگر یمنٹ بھی دکھایا جوان کے ساتھ طے ہوا تھا۔



گھر کے باہر کے تمام معاملات بابا نے ہمیشہ تمام تر مصروفیات کے باوجود بروقت ادا کیے لیکن گھر یلو معاملات، خاندانی لین دین، ملازموں کے ساتھ تمام معاملات اور اس طرح کے دیگر امور میں ہمیشہ والدہ محترمہ کو فیصلہ کرنے کی آزادی تھی وہ اپنی رائے ضرور دیتے تھے لیکن کبھی اس کو مسلط نہیں کیا مہمانوں کی خاطر تواضع کا اہتمام ضرور کرتے تھے لیکن روزمرہ امور میں کبھی بے جامد اخالت نہیں کی دنیا سے بے رغبتی دونوں میں مشترک تھی۔

ایک چیز جو آج کل اکثر گھروں میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی ہر وقت معاشی مسائل اور تنقیٰ کی شکایت کرتے رہتے ہیں اس سے اولاد پر ہمیشہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات مستحکم ہونے لگتی ہے کہ شاید دنیاوی وسائل کی وسعت ہی زندگی کا حاصل ہے اگر اخروی کامیابی کا حصول پیش نظر ہو تو یہ مسائل زیر بحث نہیں آتے مجھے کبھی یاد نہیں کہ ہمارے گھر میں ہمارے سامنے کبھی اس قسم کی کوئی بات ہوئی ہو ہمیشہ سب کو اللہ کے رزق پر شکر کرتے ہوئے دیکھا۔

(10)۔ اولاد کی فطری خواہشات کا خیال رکھیں اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں لڑکیوں میں گھر کو سجانے اور سنوارنے کی خواہش فطری اور جلبی ہوتی ہے بابا کے اندر یہ خوبی بھی تھی کہ وہ گھر کی سجاوٹ کو پسند کرتے تھے یہ بات عموماً بیندار حضرات میں نہیں ہوتی لیکن ان میں موجود تھی ان کو گھر کی سجاوٹ اور بناؤٹ کا شوق تھا اور اس کا اہتمام بھی کرتے تھے کہ گھر جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے صاف سترہ اور سجا ہوا ہو یا شاید ہماری فطری خواہش کے احترام میں اس کام میں حصہ لیتے تھے اور اس کو اہم سمجھتے تھے۔

ایک موقع پر ڈرائیگ روم کے پردے بنوانے تھے تو بہت شوق سے ہمارے ساتھ جا کر خود کپڑا پسند کر کے آئے، بہت نفس برتن پسند کرتے تھے اور اکثر خرید کے بھی لاتے تھے یہ دون ملک سے اکثر خوبصورت کلٹری سیٹ لاتے تھے امی کے گھر میں آج بھی چچے بابا کے لائے ہوئے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ عید سے ایک دن پہلے ہمیشہ بہت اہتمام سے ہمیں چوڑیاں دلوانے خود لے کر جاتے ہم سب بہنوں، چچا کی بیٹیوں کے علاوہ گھر میں جو بھی مہمان خواتین اور بچیاں ہوتی تھیں حتیٰ کہ خواتین



ملازم میں کے لئے بھی لے کر آتے تھے۔

(11): اولاد سے محبت فطرت کا حصہ ہوتا ہے انسان دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنی اولاد سے کرتا ہے لیکن عموماً والد حضرات اس کا اظہار نہیں کرتے یہ بھی ضروری ہے اولاد کو اس چیز کا احساس دلانا کہ وہ ہمارے لئے اہم ہیں ان میں ثابت اور مفید تبدیلیاں لاتا ہے۔

بابا کو ہم پانچوں بہنوں سے خصوصی لگا اور انسیت تھی چھٹی کے دن امی ہمیں جلدی اٹھاتی تھیں تو منع کر دیتے تھے کہ سونے دو آج ان کی چھٹی ہے ہم میں سے ہر بہن یہ سمجھتی تھی کہ بابا سب سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کی حوصلہ افزائی کے لئے انعام نہ دیا ہو یا بیرون ملک سفر سے واپسی پر تھائیں نہ لائے ہوں اس کے علاوہ جن چیزوں کی ہم فرمائش کرتے تھے وہ بھی ضرور لاتے تھے ہم جو بھی چھوٹے موٹے کارڈ ان کو بچپن میں دیتے تھے سب سنبحال کر رکھے ہوئے تھے ان میں سے چند کارڈ ہر وقت اپنے دفتری بریف کیس میں رکھتے تھے یہ سب چیزیں ان کی رحلت کے بعد ہمیں ان کے سامان سے ملیں ہمارے یہ بے مقصد لیکن محبت بھرے تھے بھی ان کے نزدیک اسی طرح اہم تھے جس طرح ان کا بیش بہا علمی خزانہ اہم تھا ان چیزوں کو ان کے سامان میں اس طرح محفوظ دیکھ کر جو دلی مسرت حاصل ہوئی تھی وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

محبت اور تعلق کے باوجود یہ چیز ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ اولاد کو کبھی ایسی عادات نہ ڈالیں جو ان کی آئندہ زندگی میں مشکلات کا باعث بنے قطر میں قیام کے دوران ایک دفعہ بہنوں نے کچھ لینے کی خواہش کی تو کہنے لگے یہاں آ کر کسی ایسی چیز کی عادت مت ڈالیے گا جو آپ پاکستان میں نہیں استعمال کرتی تھیں اس ایک جملے میں وہ ساری فکر پنپاں ہے جو ایک والد کو اپنی بیٹی کے مستقبل کے حوالے سے ہوتی ہے صرف فکر نہیں بلکہ اس کے لئے عملی طور پر تیار بھی کر رہے ہیں۔

(12): ہمارے معاشرے میں اکثر یہ جملہ سننے کو ملتا ہے کہ اولاد کو کھلاو سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی آنکھ سے یہ سوچ کبھی اولاد کی صحیح تربیت کے لئے کارگر ثابت نہیں ہوتی ہر وقت وعظ و نصیحت کبھی کام نہیں



آتا اولاد کے ساتھ اپنے وقار اور حدو د کا خیال رکھتے ہوئے طرز مزاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

یہ چیز بابا کے اندر موجود تھی رات کو جب سب گھر والوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو ہلکی چلکی پر مزاح گفتگو کرتے تھے ہمیں کوک بہت پسند ہے ایک دن کہنے لگے جنت میں آپ لوگ کیا کریں گی وہاں آپ لوگ کوک مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو بنانے والے تو سب جہنم میں ہیں جائیں وہاں سے لے آئیں ، بابا کی زندگی میں کبھی ان سب باتوں کو اس نظر سے نہیں دیکھا اس وقت یہ روزمرہ کے امور کی طرح معمولی نظر آتے تھے لیکن اب جب خود عملی زندگی کا آغاز کیا تو ان کی اہمیت کا احساس ہوا اور بھی بہت سے ایسے ان گنت واقعات ہیں جن سے اب رہنمائی ملتی ہے علم میں تو ان سے کچھ ایسا قابل فخر حصہ حاصل کرنے میں ناکام رہی لیکن عملی زندگی سے متعلق امور میں کچھ نہ کچھ سکھنے میں ضرور کامیاب ہوئی بہترین انسان وہی ہوتا ہے جو سنت رسول ﷺ کی حقیقتی الوسیع پیروی کرے اور اس سے ہر معاملہ میں رہنمائی حاصل کرے یہ پہلو بابا کی زندگی کے ہرام کی طرح تربیت اولاد میں بھی نمایاں تھا انہوں نے اپنے حصہ کا کام بخوبی ادا کیا لیکن ہم بحیثیت اولاد اس میں اپنا حصہ ادا کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے اس کا فیصلہ تودیکھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

کمال صرف اللہ رب العزت کی ذات اور عصمت اس کے نبی کے لئے خاص ہے باقی ہر انسان خطا کار ہے اولاد کا والدین کے ساتھ تقدس اور احترام کا رشتہ ہوتا ہے بقول بابا جہاں احترام ہو وہاں تحقیق نہیں ہوتی وہاں صرف تسلیم اور رضا ہوتی ہے اس لئے ان کی زندگی میں بھی ایسے امور ضرور ہونگے جن میں بہت زیادہ تصحیح کی ضرورت ہوگی لیکن ایک بیٹی کی حیثیت سے میں ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلی اور روحانی دونوں قسم کی اولاد کو ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ بنائے اللہ تعالیٰ کی حکمت جب کسی سے کام لینے کی مقاضی ہو وہ لیا کرتی ہے اس نے بابا سے جو کام لینا تھا وہ لیا، سرخ روکیا اور واپس بلا لیا، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین اجر اور صلح سے نوازے، خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے کسی کو ان کا علمی جانشینی کے لئے ضرور منتخب کرے آمین۔ بشکریہ البلاغ، کراچی



جامعہ دارالتحویٰ لاہور کی تقریب تقسیم انعامات

مولانا عبدالودود ربانی

جس طرح ایک انسان کی زندگی کی بقا کے لیے خوارک اور پوشاک بنیادی ضرورت ہے، اسی طرح ایک حقیقی مسلمان اپنی اسلامی شناخت، ملی اقدار، دینی تشخّص اور شعائرِ اسلام سے والستگی اور اپنے ملی وجود کی حفاظت کو اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت دیتا ہے، وہ کسی قیمت پر اپنے ملی تشخّص اور اپنے امتیازات و شعائر سے دستیردار نہیں ہو سکتا۔ خوارک سے پیٹ اور پوشاک سے جسم کی حفاظت ہوتی ہے؛ لیکن ایک حقیقی مسلمان کے پاس اس کے پیٹ اور جسم کے ان تقاضوں اور ان مادی ضرورتوں کے علاوہ ایک اہم چیز اس کا دین اور ایمان ہے۔ مدارس دینیہ اس کے اسی دین اور ایمان کی حفاظت کے محفوظ قلعے ہیں۔

دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمہ، دین کی پناہ گاہیں، اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں ویسی یہ دنیا کی سب سے بڑی ”این جی اوز“ بھی ہیں، جو لاکھوں طلبہ و طالبات کو بلا معاوضہ تعلیم کے زیر سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو رہائش و خوارک اور مفت طبی سہولت بھی فراہم کرتی ہیں۔ ان دینی مدارس نے ہر دور میں تمام تر مصائب و مشکلات، پابندیوں اور مخالفتوں کے باوجود کسی نہ کسی شکل میں اپنا وجود برقرار رکھتے ہوئے اسلام کے تحفظ اور صحیح شکل میں احیاء اسلام کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان مدارس کی حفاظت اور استقامت میں دین کا استحکام ضرور ہے۔ انہی مدارس دینیہ میں سے ایک مدرسہ جامعہ دارالتحویٰ بھی ہے، اس عظیم دینی درسگاہ کے نتائج تقسیم انعامات کی ایک تقریب میں جانے کا اتفاق ہوا، اس کا آنکھوں دیکھا حال سپر قلم کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

موئیخہ 12 دسمبر بروز اتوار جامعہ دارالتحویٰ کے نہماںی امتحان کے نتائج تقسیم انعامات کی تقریب



جامع مسجد الہلال چوبرجی (لاہور) میں منعقد ہوئی۔ جس میں ممتاز دینی، علمی و ادبی شخصیات نے شریک ہوتیں، جامعہ ہذا اور اس سے ملحقہ بنین و بنات کی ڈیڑھ درجی سے زائد شاخوں کے معلمین و معلمات، طلباء و طالبات، ان کے والدین و اعزہ و اقرباء اور کشیر تعداد میں اہل علاقہ نے اس تقریب میں شرکت کی۔ مسجد کے مرکزی گیٹ کے سامنے اسٹیچ لگایا گیا تھا اور شرکاء کے لئے سامنے والے پارک میں کرسیاں لگائی گئی تھیں جب کہ پارک کو قاتمیں لگا کر بند کر دیا گیا تھا۔ معلمات و طالبات اور مستورات کے لئے مسجد کے تہہ خانے میں باپرداہ انتظام کیا گیا تھا۔ نظم و ضبط دیدنی تھا۔ چاق و چوبنڈ طلباء اور اساتذہ کی ایک جماعت مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے مسجد کے مرکزی گیٹ پر موجود تھی۔ موڑ سائکلوں اور گاڑیوں کی سلیقے سے پارکنگ کروانے کے لئے طلبہ کی ایک فعال جماعت مستعد کھڑی تھی جو ہاتھ میں "تبليغ سیکورٹی ڈنڈے" تھا میں بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ طلبہ کی ایک جماعت گزرنے والی ٹریفک کرووال رکھنے میں مدد کر رہی تھی، پنڈال کی ایک جانب جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے ایک اسٹائل بھی لگایا گیا تھا جہاں ادارہ ہذا کی مطبوعات اور جامعہ کا ترجمان "ماہنامہ دارالتفویٰ" دستیاب تھا، لوگوں کی بڑی تعداد اسٹائل پر خریداری کرتی اور مطالعے میں مصروف نظر آئی۔ قہوہ اور کشمیری چائے سے حاضرین کی تواضع کی جا رہی تھی۔

جامعہ ہذا کے مہتمم حضرت مولانا اویس احمد صاحب واراکین شوری حضرت مولانا محمد عثمان صاحب (استاذ الحدیث جامعہ ہذا) حضرت مولانا عامر شید صاحب اور حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم نیازی صاحب جیسی بزرگ شخصیات کی اسٹیچ پر موجودگی تقریب کو چار چاند لگائے ہوئے تھی۔ اس پر وقار تقریب کی نقابت کے فرائض حسب روایت جامعہ کے سینئر استاذ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کے سپرد تھے (جو اپنی پروقا رخصیت، خوبصورت انداز، شستہ و سلیم زبان اور ادبی ولسانی موسیقیوں سے وافر شناسی رکھنے کی بدولت اس منصب کے یکتاہیں ہیں۔) جنہوں نے اس ذمہ داری کو حسن طریقے سے نبھایا۔

ٹھیک 10 بجے تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، تلاوت کلام مجید کے بعد بارگاہ رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعمت پیش کی گئی، شعبہ حفظ کے طلباء نے ایک خوبصورت نظم پیش کی جسے سامعین نے خوب پسند کیا۔ نظم کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف خان دامت برکاتہم نے اولاد کی تربیت کے



حوالے سے نہایت جامع بیان فرمایا۔ سورہ لقمان کی روشنی میں حضرت لقمان علیہ السلام کی طرف سے اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحتیں آپ کا موضوع تھا، جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ آپ نے فرمایا: ”سورہ لقمان کی آیت نمبر 12 سے 19 تک ان نصیحتوں کا ذکر ملتا ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کیں۔ یہ 10 نصیحتیں ہیں اور یہ ایسی نصیحتیں ہیں جو آج کے دور کے ہر انسان کیلئے بھی اتنی ہی اہم اور ضروری ہیں۔

”سورہ لقمان کی آیت نمبر 13 میں پہلی نصیحت ہے ”اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ عبادت میں دوسروں کو شریک مت کرنا، بے شک اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا گناہِ عظیم ہے۔ اگلی نصیحت آیت نمبر 14 میں موجود ہے: ”اور ہم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کی عزت کریں، ان کی ماوں نے ان کا (جنم دینے سے قبل) بوجہ ایک کے بعد ایک مشکل سے اٹھایا جبکہ انہیں دودھ پلانے کی مدت 2 سال پر محیط ہے۔ تیسرا نصیحت آیت نمبر 16 میں بیان ہوتی ہے: ”اے میرے پیارے بیٹے! چاہے کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر، کسی چٹان میں یا پھر آسمان و زمین میں (کسی بھی جگہ) چھپا اسے (تمہارے) سامنے لے آئے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا اور ہرشے سے واقف ہے۔“ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت یاد دلاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل ترین ہے اور جو کچھ بھی ہوتا یا ہونا ہوتا ہے، پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ آیت نمبر 17 کا پہلا حصہ چھٹی نصیحت پر مشتمل ہے: ”اے میرے پیارے بیٹے! نماز ادا کیا کرو۔“ حضرت لقمان علیہ السلام نے نہ صرف اپنے بیٹے کو نماز بر وقت اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا بلکہ اس کے ارکان مکمل کر کے ادا نیکی کو یقینی بنانے کی بھی نصیحت کی۔ پانچویں نصیحت آیت نمبر 17 کے دوسرے حصے میں موجود ہے: ”نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔“ جبکہ اچھی بات کی حوصلہ افزاں اور برائی سے روکنا ہر ایمان والے کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور ہمت کے مطابق یہ کام ضرور کرے۔ چھٹی نصیحت آیت نمبر 17 کے اگلے حصے میں ہے: ”جو کچھ بھی تمہیں (نیکی کے راستے میں) بھگتنا پڑے، خندہ پیشانی سے برداشت کرو، بے شک یہ وہ عہد ہے جس کی تمہیں پاسداری کرنی ہے۔“ لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ نماز، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے کاموں سمیت زندگی کے تمام تر معاملات میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ساتویں نصیحت کا پہلا



نصف حصہ ہمیں آیت نمبر 18 میں ملتا ہے: ”اور لوگوں کے سامنے اپنی ناک اور نجی مت کرنا۔“ حضرت لقمان علیہ السلام بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ غرور سے بچیں جبکہ منکسر المزاجی کسی بھی شخص کی سب سے بہترین خوبی ہوتی ہے، یہ خاکساری ہمیں جنت کی طرف جبکہ غرور ہمیں جہنم کی طرف دھکیلتا ہے۔ آگے اسی آیت نمبر 18 میں ہی ہمیں آٹھویں نصیحت ملتی ہے: ”زمین پر کبھی اکڑ کر مت چلنا، بے شک اللہ تعالیٰ کسی مغورو اور شیخیاں بگھارنے والے شخص کو پسند نہیں فرماتا۔“ فخر و غرور اور بد تیزی سے چلانا تکبر کی ایک اور قسم ہے۔ ایک بار پھر حضرت لقمان علیہ السلام انکسار کی اہمیت بیان فرمائے ہیں کیونکہ سب انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں برابر ہیں اور برتری کا معیار صرف تقویٰ کو فرار دیا گیا ہے۔ نویں نصیحت ہمیں آیت نمبر 19 کے پہلے جملے میں ملتی ہے: ”اپنی رفتار معتدل رکھو۔“ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں کہ صبر اور انکسار کسی بھی شخص کا ایک عام کردار اور رویہ بن جانا چاہئے، آخری نصیحت ہمیں آیت نمبر 19 کے اگلے حصے میں نظر آتی ہے: ”اور اپنی آواز پنجی رکھو، کیونکہ تمام تر آوازوں میں سے بدترین آواز گدھ کی ہے۔“ حضرت لقمان علیہ السلام نے بیٹے کو سمجھایا کہ اوپنجی آواز میں اور بد تیزی سے بات کرنا ایک بے ہودہ عادت ہے جو لوگوں کو آپ سے تنفس اور الگ کرتی ہے۔

مولانا یوسف خان صاحب کے بیان کے بعد مفتی اسامہ صاحب نے مہمانان گرامی اور حاضرین کے سامنے جامعہ ہذا کی کارگزاری اور تعارف پیش کیا، انہوں نے کہا کہ ”جامعہ دارالتفویٰ صفحہ کی درسگاہ سے بلند ہونے والی صدائے قال اللہ و قال الرسول کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جو نصف صدی سے تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہے۔“

1967ء سے قائم اس عظیم درسگاہ کی بنیاد حاجی گنزار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں جس اخلاص اور للہمیت سے رکھی گئی اس کی برکت سے اس پودے نے مختصر وقت میں بہت ترقی کی اور تشنگان علوم نبویہ اس چشمہ علم و عرفان کی طرف ایسے کھنچ چلے آئے کہ آج الحمد للہ جامعہ کی 18 شاخوں میں 4000 سے زائد طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ دارالتفویٰ صرف ایک دینی ادارہ نہیں بلکہ یہ علم حق کی سر بلندی کے لئے ایک علمی اور دعویٰ تحریک ہے۔ یہ ادارہ مسلکی تعلیمات سے بالاتر ہو کر قرآن و حدیث کے علوم اور ائمہ فقہا کے افکار کے ذریعے علم کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ کے قیام کا مقصد قرآن و حدیث کے علوم کی اشاعت، ائمہ فقہا کے



فقہ و اصول فقہ کا تعارف، مسلمان نوجوانوں کو اسلامی تہذیب سے آراستہ کرنا، زندگی کے تمام شعبوں میں ماہر علماء اور مفکرین تیار کرنا ہے جو علی وجہ بصیرۃ دعوت و تحقیق و تبلیغ کا کام کر سکیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ: جامعہ اول روز سے ہی تبلیغی و تربیتی بنیادوں پر قائم ہے اور ادارے میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاحی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے باقاعدہ تبلیغی اعمال کی ترتیب اور وقتاً فوقتاً اکابر علماء کرام کے اصلاحی بیانات جامعہ کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ بعد ازاں حضرت مولانا مفتی اسمام صاحب مظلوم نے ارکین شوری، جامعہ کے اساتذہ اور ذمہ داران و معاونین کی طرف سے معزز مہماںوں اور تمام حاضرین کا تقریب میں شرکت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں حضرت مولانا قاضی عبد الرشید صاحب (مسؤول وفاق المدارس پنجاب) نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے علوم نبویہ کی فضیلت و اہمیت اور حصول علوم نبویہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی فضیلتوں اور بشارة توں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ اپنے بچوں کو دینی مدارس میں بھیجیں، انہوں نے مزید کہا کہ دینی مدارس ہدایت کے سرچشمے اور اسلام کے قلعے ہیں، ان مدارس سے فارغ تھصیل ہونے والے علماء و فضلاء جہاں دین اسلام کی ترویج و اشتاعت میں کمر بستہ ہوتے ہیں وہیں ارض پاک کی جغرافیائی و نظریاتی سرحدات کے بھی محافظ ہوتے ہیں اس لئے اہل پاکستان کو ان مدارس کا احسان مندرجہ ہونا چاہئے۔ وفاق المدارس کی خدمات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ الحمد للہ وفاق المدارس العربیہ میں رجسٹرڈ مدارس و جامعات کی تعداد بالیکس ہزار سے زائد ہو چکی ہے جب کہ زیر تعلیم طلباء و طالبات کی تعداد 30 لاکھ سے متوازی ہے۔ جوں جوں وفاق کی مخالفت اور حکومتی پابندیاں بر ہستی جاری ہیں توں توں مدارس اور طلبہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے یہ اللہ پاک کا خاص کرم اور مقبولیت کی نشانی ہے اس پر، ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔“

آخر میں وفاق کے سالانہ امتحان میں ملکی و صوبائی سطح پر پوزیشنیں لینے والے بنیں و بنات میں کتب، اسناد، سریں فکیمیں اور نقد انعامات تقسیم کئے گئے۔ یہ تقریب جامعہ اور اس کی شاخوں میں ہونے والے نہماںی امتحان کے نتائج کے اعلان کی بھی تقریب تھی، اس لئے شاخوں کے مابین پوزیشنیں لینے والے اور ممتاز درجات میں کامیاب ہونے والے طلباء و طالبات میں بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن اشرفی مظلہ (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) کے مختصر بیان اور دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔



مرغی کی فید

(غذاء بخس بھی ہوت بھی اس کا گوشت کھانا مکروہ نہیں)

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نوراللہ مرقدہ

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نوراللہ مرقدہ علیٰ حلقوں میں کمی تعارف کے محتاج نہیں، آپ بیک وقت ایک بی بی بی ایں ڈاکٹر، عالم فاضل، مفتی، محقق، کئی کتابوں کے مصنف، فتنہ جدیدیت کے لیے سیف قاطع اور ہزاروں علماء و مفتیان کے استاذ تھے۔ آپ کی علمی، تصنیفی، تحقیقی و فقہی خدمات گراس ماہی سرمایہ ہیں۔ دور جدید کے فقہی مسائل کے حل پر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ”فقہی مضامین“ رہتی دنیا تک امت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ کتاب ہذا سے منتخب مضامین علماء، مفتیان، اساتذہ و طلباء، اہل علم، محققین اور عوام الناس کے استفادہ کے لئے سلسلہ وار شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں۔

بسم اللہ حامد او مصلیا

بعض حضرات فارمی مرغی کو اس کی نجاست ملی فید کی وجہ سے جلالہ میں شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس کو تین دن تک مجبوس رکھ کر حلال غذانہ دی ہو تو اس کا استعمال مکروہ تحریکی ہے، ہمیں اس قول سے اتفاق نہیں اور فارمی مرغی کونہ تو ہم جلالہ میں سے شمار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے گوشت کے استعمال کے لئے تین دن مجبوس رکھنے اور حلال غذانہ دینے کو شرط قرار دیتے ہیں، کراہت اس وقت آتی ہے جب گوشت بد بودار ہو جائے جب کہ تازہ ذبح کی ہوئی فارمی مرغی کے گوشت میں بد بوكا نشان بھی نہیں ہوتا ذیل میں ہم کراہت کے قائلین کے دلائل نقل کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کے جواب لکھتے ہیں۔

کراہت کے قائلین کی پہلی دلیل

ملک العلماء نے کراہت کا مدارزیادہ تر اس کی ناپاک غذاء کو بتایا ہے اس کے ساتھ بد بوكی شرط کا



پیوند نہیں لگایا اور ناپاک غذا کی مقدار کی اس حد کثرت کے گوشت میں بدبو آنے لگے جیسا کہ عامہ متون میں ہے کوئی نہیں لیا تاکہ معلوم ہو کہ نہیں کی اصل وجہ بدبو نہیں ہے بلکہ (بدبو تو) اس (اصل وجہ) کا نتیجہ ہے جو کسی خارجی اثر سے ختم بھی کیا جاسکتا ہے اس کے بعد علامہ موصوف نے جلالہ میں کراہت کی دوسری وجہ اس کے گوشت کے تغیر اور بدبو ہونے کو بھی ذکر کیا ہے لیکن کراہت کی بنانا پاک غذا پر رکھی ہے۔

جواب:- علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بداع میں جلالہ کی وقفسی میں ذکر کی ہیں۔

(1): جس کو جہور نے اختیار کیا ہے اور جس کو خود علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر میں مقدم کیا ہے۔

وَهِيَ الَّتِي الْأَغْلَبُ مِنْ أَكْلِهَا النَّجَاسَةُ (جلالہ وہ جانور ہے جس کی غالب غذانجاست ہو) اور جگہوں پر اس کی یہ تعبیر بھی ملتی ہے الجلالۃ الَّتِی تَعْتَادُ أَكْلَ الْعَزْرَۃِ (جلالہ وہ جانور ہے نجاست کھانا جس کی عادت بن گئی ہو)۔

(2): جس کو ابن رستم نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا اوری ابن رستم رحمہ اللہ عن محمد فی النَّاقَةِ الْجَلَالِ وَالشَّاةِ وَالبَقَرِ الْجَلَالِ انَّهَا امْا تَكُونُ جَلَالَةً إِذَا تَفَتَّتْ وَتَغَيَّرَتْ وَوَجَدَ مِنْهَا رِيحَ مِنْتَنَةً فَهِيَ الْجَلَالَةُ۔

ابن رستم نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ اٹھی گائے اور برکی جلالہ اس وقت بنتی ہے جب اس میں تغیر پیدا ہو جائے اور بدبو دینے لگے۔

جمہور نے جلالہ کی جو تفسیر کی ہے یہ توثیق ہے کہ اس میں گوشت کے بدبوار ہونے کی قید کرنہیں ہے لیکن جلالہ کے مکروہ ہونے میں ان کے نزدیک بھی گوشت کے بدبوار ہونے کی شرط ہے جس کی دو دلیلیں ہیں۔
1: ابن رستم کی مذکورہ بالاروایت کے مطابق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو داخل تفسیر کیا ہے۔

2: دیگر فقہاء نے اس کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ درج ذیل حوالوں سے ظاہر ہے۔

(الف): وَفِي الْمَنْتَقِيِ الْمَكْرُوِهِ الْجَلَالَةُ الَّتِي تَعْرَبُ وَتَوَجَّدُ مِنْهَا رِيحٌ مِنْتَنَةٌ فَلَا هُوَ كَلِحْمَهَا وَلَا يُشَرِّبُ لِبْنَهَا وَبَكْرَهَا الْعَمَلُ عَلَيْهَا وَتَلِكَ حَالَهَا وَيُكَرَّهُ بَيْعُهَا وَهَبْتَهَا وَتَلِكَ حَالَهَا۔ (خلاصة الفتاوى ج: 4، ص 304)



مشقی میں ہے کہ مکروہ وہ جلالہ ہے جس سے بدبو آتی ہو اور اس حالت میں اس کا گوشت کھانا، اس کا دودھ پینا اور اس سے کام لینا اور اس کو فروخت کرنا یا ہبہ کرنا سب ناجائز ہیں۔

(ب) :- الجلالۃ الکی تعتاد اکل العذرۃ (یعنی کراہۃ الاکل) اذا ظهر اثر النجاسۃ فی الحمہ ولبنہا واماما دام لم یظہر اثرہا یجوز اکلہا وبع ظہور الاثر ینبغی ان تحبس حقیقت اثر النجاسۃ منها (بذل الجھود)

جلالہ وہ جانور ہے جس کو نجاست کھانے کی عادت ہو گئی ہو اس کا گوشت کا ہان اس وقت مکروہ ہے جب نجاست کا اثر اس کے گوشت اور دودھ میں ظاہر ہو جائے جب تک اس کا ثر ظاہرنہ ہو اس کو کھانا جائز ہے اثر ظاہر ہونے کے بعد اس کو بندر کھرپاک غذادی جائے یہاں تک کہ نجاست کا اثر دور ہو جائے۔

جواب کی مزیدوضاحت یہ ہے - (1) :- علامہ کاسانی رضی اللہ عنہ کی تفسیر بیان کی (روحی التی الاغلب من اکلہا فیکرہ اکل لحوم الابل الجلالۃ) پھر جلالہ کی تفسیر بیان کی (روحی التی الاغلب من اکلہا النجاسۃ) اور پھر اس کے بعد ایک ایک نقلی دلیل یہ ہے کہ لم اروی ان رسول اللہ ﷺ نہی عن اکل لحوم الابل الجلالۃ اور عقلی دلیل یہ ذکر کی کہ ولا نہ اذا كان الاغلب من اکلہا النجاسۃ يتغير لحمها وينتن فیکرہ اکله كالطعام المتن-

علامہ کاسانی رضی اللہ عنہ کی ذکر کردہ تفسیر اس بات سے ساکت ہے کہ کراہت کی علت کیا ہے تفسیر کو تعلیل خیال کرنا درست نہیں ہے۔

لہذا قائلین کراہت کا یہ کہنا کہ ملک العلماء نے کراہت کا مدارز یادہ تر اس کی ناپاک غذا کو پتایا ہے صحیح نہیں ہے نقلی دلیل میں بھی علت پر کوئی دلالت نہیں ہے کراہت کی علت کو سمجھے کے لئے صرف عقلی دلیل رہ جاتی ہے اور وہی اس کے لا لئق و ملائم ہوتی ہے۔

جب کہ کسی خارجی عمل سے نجاست کی بدیو کو دور نہ کیا گیا ہو اور جلالہ میں نتن بھی موجود ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جلالہ میں کراہت کی وجہ و علت کیا ہے؟ خورد نجاست کے استعمال کے بعد گوشت کے پاک ہونے میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کیونکہ نتن کے دور ہونے کی مدت جس کے دوران تمام گوشت تونہیں بدل جاتا، لہذا



جلالہ میں ذاتِ حجم تو علت کراہت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اب حجم کے ایک وصف تتن کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی موجود نہیں جو حکم کراہت کی علت و مدار بن سکے لہذا صرف یہ وصف علت کراہت ہوگا۔ حکم کراہت اسی کے ساتھ دائرہ ہوگا اگر تن ہوگا تو کراہت بھی ثابت ہوگی اور اگر تن (جو کہ علت ہے) معدوم ہوگا تو معلول یعنی حکم کراہت بھی معدوم ہوگا اسی کو ملک العلماء نے اپنی عقلی دلیل میں بیان کیا اور طعامِ منتمن کو بطور نظیر لائے۔

علاوہ ازیں علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر کیا کہ؛ وروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الجلالۃ ان تشرب البانہالان لحمها اذا تغيرت تغیر لبنة۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے دودھ کو پینے سے منع فرمایا کیونکہ جب اس کے گوشت میں تغیر آتا ہے تو اس کے دودھ میں بھی تغیر آ جاتا ہے۔

یہاں بھی علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کراہت کی صرف ایک وجہ ذکر کی ہے یعنی تغیرِ حجم اس سے ہماری بات کی تائید ہوتی ہے کہ جلالہِ منتمن کے حجم میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کی صرف ایک علت یعنی تغیرِ حجم یا تن حجم ہے۔

کراہت کے قائلین کی دوسرا دلیل
قاضیان اور عالمگیری میں بھی جلالہ کی جو تفسیر لکھی ہے اس میں گوشت کا بد بودار ہونا شامل نہیں ہے۔

جواب:- قاضیان کی عبارت یوں ہے؛

ولا یوکل الجلالۃ ولا یشرب لبنة والجلالۃ هی الی تعتاد اکل الجیف و
النجاسات ولا تختلط فیتغیر لحمها فیکون منتمنا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔

(1)- فیتغیر لحمها فیکون منتمنا کے الفاظ جزو تفسیر ہوں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے موافق ہوئی۔

(2)- جلالہ کی تفسیر فقط لا تختلط تک ہو اور آگے الفاظ بطور تقلیل کے ہوں اس صورت میں بھی علت کراہت نہیں ہوئی اعتیاد اکل نجاست نہیں۔

عالمگیری کی عبارت یوں ہے؛

ویکرہ اکل حوم الابل الجلالۃ وہی الی اغلب من اکلها النجاسة لانه اذا
کان غالب اکلها النجاسة یتغیر لحمها وینتن فیکرہ اکله کا الطعام المنتن۔



اس عبارت کے بارے میں ہمارا پورا کلام وہی ہے جو بداع کی عبارت کے بارے میں ہم نے تحریر کیا بلکہ یہ تو زیادہ واضح ہے کیونکہ یہاں لانہ سے پہلے واٹھیں لائے لہذا کراہت کی علت صرف ایک ہی مذکور ہے یعنی تغیر حرم متنہ۔
قابلین کراہت کی تیسری دلیل

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شکاری حیوانات اور پرندوں کے علاوہ غیر منصوص اشیاء میں حلت و حرمت غذا میں منحصر تجھتے ہیں کوئے کی وہ قسم جو صرف مردار خور ہے اسے حرام کہنے کی وجہ بھی بھی یہی ہے ہدایہ میں ہے
ولایو كل الابقع الذی یا کل الجیف۔

جواب:- اباقع کے بارے میں مذکورہ حکم ان قابلین کی اس بات کے لئے چند امور مفید نہیں کہ نجاست خوری کا غالباً بذات خود موجب کراہت ہے کیونکہ بحرائق میں ہے، اما الغراب الابقع فلانہ یا کل الجیف فضار کسباع الطیر جس سے معلوم ہوا کی اباقع کی طبع میں فقط مردار خوری ہے اور اسی وجہ سے وہ سباع طیر کے مشابہ ہوا جب کہ غراب کی بقیہ وہ تمیں طبعاً اس سے مختلف ہیں اور ان دونوں میں سے ایک تو طبعاً فقط دانہ دنکا کھاتی ہے جب کہ دوسری قسم دنکا بھی کھاتی ہے زیر بحث جلالہ بھی اباقع سے اسی طور سے مختلف ہے کہ یہ طبعاً دانہ دنکا یا چارہ کھانے والا جانور ہے اسی بنابر اگر اباقع کو چند دن جدید طریقوں سے پاک غذا بھی دے دیں تب بھی وہ حلال نہ ہوگا۔
قابلین کراہت کی چوتھی دلیل

چونکہ گندگی اور مردار کھانے کا لازمی اور طبی اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی بدبو کا عصر جزو بدن بن جانے کے بعد باقی رہتا ہے اس لئے فقهاء متاخرین نے اسے تعریف میں داخل کر دیا کیونکہ جب بدبو باقی رہی تو خوراک کی گندگی کے آثار کا اس میں پایا جانا بھی معلوم ہوا اور جب بدبو نہ رہی تو معلوم ہوا کہ خوراک تخلیل ہو کر اس میں مضخل ہو گئی ہے اس کا کوئی اثر اب حیوان میں موجود نہیں ہے تو کہا کہ وہ حلال ہے۔

جواب:- ہم کہتے ہیں کہ اول تو ہر نجاست بدبو کی حامل نہیں ہوتی لہذا ہم فقهاء متاخرین کے بارے میں یہ کیونکر خیال کر سکتے ہیں کہ وہ اکثر یت کے ساتھ غلطی میں بتلا ہو گئے اور انہوں نے غلطی سے نتن کو مدار کراہت بنادیا حالانکہ فقهاء متاخرین سے پہلے تو خود امام محمد رضی اللہ عنہ نے اس کو جزو تعریف قرار دیا ہے دوسرے یہ کہ مکمل استحالہ کے باوجود بدبو کا باقی رہنا متصور ہے مثلاً بدبو دار شراب ہواں کو سرکہ بنالیں تو سرکہ بننے سے بدبو زائل نہ ہو گی اور اب حامل بدبو شراب کے اجزاء ہیں بلکہ سرکہ کے اجزاء ہیں جلالہ متنہ میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔



سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: مولانا ناذوالکفل

استاذ جامعہ دارالتقوی، لاہور

قطعہ نمبر 21

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جمد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی ساخت ہے اور پایا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیضوں کے آگے کون ظہر سکتا ہے، آخر سب کو جانتا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتنع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درختان پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقییم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں میکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آپکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشائیں کیا گیا ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اعتماد

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیح کے بیان کے بعد میں مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اب تو ڈاک دیکھ رہا ہوں کچھ دیر بعد آ جانا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مولوی عبداللہ صاحب کے کمرے میں چلا گیا وہاں بات چل رہی تھی کہ یونیورسٹی کا کام اور ہے اور شہر کا کام



اور میں نے کہا سب جگہ کام ایک ہے اور یہاں یہ کیا ہو رہا ہے (کچھ بے اصولیاں تھیں) جس پر مولانا عبید اللہ صاحب نے فرمایا کہ تو یہاں سے کام سیکھ اور جا۔ تو میں نے ان سے کہا ٹھیک ٹھیک کام کرو ورنہ میں تمہیں چلنہیں دوں گا۔ میں تمہیں اتنا بڑا ابزرگ نہیں سمجھتا۔

اتنے میں مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کام سے فارغ ہو کر مجھے ڈھونڈتے ہوئے اس کرتے تک پہنچے اور فرمایا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تمہارا وہاں انتظار کر رہا ہوں۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے کہا کہ یہ ہم سے جھگڑا رہا ہے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نظام الدین آنے کا مقصد مسجد ہے یہ کمرے نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرا بستر تو مسجد میں ہی ہے (مسجد سے مراد مسجد کے اعمال تھے)۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو پچھلی ساری بات بتائی اور کہا کہ یہ (عبد الوہاب) ایسا کہہ رہا ہے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بات تو یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

اس حد تک مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد تھا۔

تقسیم ہند

1947ء کا زمانہ بر صغیر کی تاریخ کا وہ سیاہ دور ہے جب انسانیت کو انسان سے شرم آنے لگی تھی، ہر طرف خون کی ہوئی تھی لاکھوں مسلمان اس تحریک آزادی پر قربان ہو چکے تھے اور جگہ جگہ مسلمان کشی جاری تھی۔

بسی نظام الدین دہلی کے دہانے پر واقع ہے مشرقی پنجاب کے علاقے کی رہ گز رہی ہے پھر ہندوستان کے دارالحکومت یعنی دہلی میں مسلمان آبادی کے تناسب کا ایک اہم جزو تھے اور تجارت و صنعت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے اس لیے ان کا آفت و مصیبت کا نشانہ بننا لازمی امر تھا۔

تقسیم ہند کے وقت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ہی رہے اور ان دونوں انتہائی سختی کے ایام میں بھی دعوت کے کام سے ذرا برابر بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دونوں تحریک آزادی عروج پر تھی تو یہ نعرہ زبان زد عالم تھا کہ لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان، دے کے رہیں گے جان..... میں نے مولانا یوسف صاحب سے عرض کیا کہ: لوگ جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میاں جیسے لینا چاہتے ہیں ویسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میاں سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں



مولانا یوسف صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ کو میاں کہا کرتے تھے۔

پارلیمنٹ کے باہر دعوت کا کام

جن دنوں پاکستان کی تحریک عروج پر تھی ان دنوں مولانا یوسف صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دہلی کی پارلیمنٹ کے باہر بھی کچھ کام ہو جائے چنانچہ جب اس کے لیے آواز لگی تو حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ فوراً تیار ہو گئے۔ دہلی اسمبلی کے باہر ایک پارک تھا اور اس کے ساتھ ایک مسجد تھی اس مسجد میں حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ نے اپنا قیام رکھا اور جو دفتری لوگ وہاں سے گزرتے ان میں سے جو مسلمان ہوتا اسے دیکھ کر کچھ بات فرمائیتے اور نظام الدین میں یہ کہلا بھیجا کہ جو جماعتیں آیا کریں وہ میرے پاس کچھ دیر وہاں ٹھہر جایا کریں۔ چنانچہ جماعتوں کو جہاں کا بھی رخ ملتا وہ کچھ دیر اس مسجد میں بھی ٹھہر جایا کرنی تھیں۔ جب ظہر کی نماز ہو لیتی تو حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ اٹھتے اور اعلان کرتے کہ بھائی یہ جماعت ملکتہ سے آئی ہے اور بمبئی میں کام کرے گی..... یہ جماعت فلاں جگہ سے آئی ہے اور دہلی میں کام کرے گی۔ وہاں جو ملازم میں آتے تو وہ جیران ہو کر کہتے کہ اچھا کام بمبئی تک پہنچ گیا۔ کام ملکتہ تک پہنچ گیا چنانچہ اس طریقہ سے بہت سے لوگ کام سے متعارف ہوئے اور اس زمانے میں کام سے تعارف ہی بڑی بات تھی پھر یہ لوگ واپس جا کر اپنے علاقوں میں جہاں جماعت ہوتی اس کی نصرت کرتے۔

پاکستان کی طرف ہجرت

قیام پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کے کچھ ہی عرصہ بعد حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ کے آباء و اجداد ہندوستان سے ہجرت کر کے ضلع وہاڑی کی تحصیل بورے والا کے گاؤں EB/331 ٹوپیاں والا میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہ گاؤں بورے والا سے دریائے ستّاح کی طرف پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر اور بر صغیر کی پہلی خانقاہ معروف ولی اللہ حاجی شیر دیوان سے دس سے بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے وہاں حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ کا آبائی گھر اور کچھ اراضی آج بھی موجود ہیں۔

کچھ عرصہ حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ کے والد صاحب ان کی والدہ اور اہلیہ کو لے کر چھلڑ وال ضلع سرگودھا میں بھی رہے۔ حاجی صاحب حجۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے والد صاحب سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ یہ عورتیں لڑتی رہتی ہیں۔ بات یہ تھی کہ بھابھیاں میری اہلیہ سے کہتی تھیں کہ تیرا



میاں تو کچھ کرتا نہیں، اور آتا نہیں۔

اس پر میں نے والد صاحب سے کہا کہ ابا جی قبرستان ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں لڑائی نہیں ہوتی۔
جہاں کچھ بُرن ہوں گے تو آواز آؤئے گی۔ پھر کچھ عرصے بعد واپس چک چلے گئے۔

پہلی جماعت دہلی سے لاہور تک

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے مختلف حصوں سے بے شمار مسلمان پاکستان منتقل ہو گئے تھے، خصوصاً دہلی اور میوات سے (جو اس دعویٰ کام اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین اور محبین کے تھے) بہت سے پرانے کام کرنے والے اور ان اکابر سے ذاتی اور دینی تعلق رکھنے والے اپنے طن عزیز کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے اور ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آگئے تھے اور پھر یہیں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے، اس لیے مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سخت فکر اور تشویش لاحق ہوئی کہ جو ہندوستانی باشندے یہاں سے ہجرت کر کے پاکستان جا رہے ہیں اور انہوں نے آئندہ وہیں مستقل قیام پذیر ہونا ہے تو وہاں ان کے دین کی فکر کون کرے گا اور ان میں دین کے کام کو کون اجاگر کرے گا؟

حضرت کی چاہت یہ تھی کہ جیسے تقسیم کے بعد یہاں کچھ کام کی شکل بنی ہے ویسے ہی پاکستان میں بن جائے۔ (جاری ہے)



انتقال پر ملال

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسیں الافتاء جامعہ دارالتحوی کی والدہ محترمہ اور جامعہ کے استاذ المدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم کی دادی جان کا قضاۓ الہی سے انتقال ہو گیا تھا۔

اَنَّ اللَّهَ وَ اَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اہل شوریٰ، اساتذہ و طلیاء جامعہ دارالتحوی کی طرف سے دلی تعریت و دعاء، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائیں اور لو حلقین کو صیر بیمل عطا فرمائیں۔ آمین



بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

قطع نمبر 26

سفرنامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہنتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجیر، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آہنی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روادار پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ مسلمان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ ان شاء اللہ

شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

اس دوران بھی آپ قاتیباۓ پر جلوٹ و خلوٹ میں تنقید فرماتے، خطبہ جمعہ میں اس کی موجودگی میں اس پر نکیر فرماتے، خود فرماتے ہیں کہ بعض اوقات خطبے میں میری تنقید اتنی سخت ہو جاتی کہ مجھے خیال ہوتا کہ شاید اب قاتیباۓ مجھ سے بات نہیں کرے گا لیکن نماز کے بعد سب سے پہلے وہ مجھ سے ملتا، میرے ہاتھ پر بوسہ دیتا اور کہتا جزاک اللہ خیراً ایک روز میں نے اسے بہت سخت بتیں کہیں یہاں تک کہ اس کا رنگ زور پڑ گیا اس پر میں نے اس سے کہا؛



جناب والا! خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ یہ معاملہ آپ پر شفقت کی بنا پر کرتا ہوں جب آپ اپنے پروردگار کے پاس پہنچیں گے تو میرا شکر ادا کریں گے اس لئے کہ خدا کی قسم! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ آپ کا یہ حیثیت جہنم کا کوئی نہ بنے۔

آخر میں نایبا ہونے کی بناء پر آپ قضاۓ کے منصب سے معزول ہو گئے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آخری زمانے میں بادشاہ آپ سے ناراض ہو گیا تھا اس لئے معزول ہوئے معزولی کے بعد وہ قضاۓ کا منصب قبول کرنے پر افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے آپ کے شاگرد شیخ عبدالوباب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ قضاۓ کا منصب قبول کرنا میری غلطی تھی اس لئے کہ میں پہلے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا ہوا تھا اس کی وجہ سے لوگوں میں شہرت ہو گئی اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے بعض اولیاء سے سنا ہے کہ شیخ کے منصب قضاۓ نے ان کے حالات پر پرده ڈال دیا ہے لوگوں میں ان کے زہد و ورع اور مکاشفات کی شہرت ہونے لگی تھی۔ اس پر شیخ عبدالیٰ نے فرمایا؛ الحمد للہ! بیٹے تم نے میرا بوجھ ہلاکا کر دیا۔

آپ نفلی صدقات کا بڑا اہتمام فرماتے تھے نہ جانے کتنے حاجت مندا فراد کے روز یعنی مقرر تھے لیکن صدقہ میں ہمیشہ اخفاء کا اہتمام فرماتے اگر حاجت مندا فراد میں سے کوئی ایسے وقت آجاتا جب اور لوگ بھی بیٹھے ہوتے تو اس سے فرمادیتے کہ پھر آنا یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور یہ تھا کہ آپ صدقات کم دیتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام رحلیٰ نے سوال سے زیادہ عمر پائی، آخر میں نایبا بھی ہو گئے لیکن آخر وقت تک درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور ذکر و عبادت کا سلسلہ پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہا حضرت شیخ عبدالوباب شعرانیؒ ان کی مدح میں فرماتے ہیں:

وہ فقہ اور تصوف دونوں طریقوں کے ستون تھے میں نے بیس سال آپ کی خدمت کی اس پورے عرصے میں میں نے کبھی آپ کو غفلت میں نہیں دیکھا نہ کسی فضول کام میں مشغول پایا نہ دن میں نہ رات میں اور آپ بڑھاپے کے باوجود فرائض کی سنتیں ہمیشہ کھڑے ہو کر ادا کرتے اور آپ فرماتے کہ میں



اپنے نفس کو سستی کا عادی نہیں بنانا چاہتا۔

کوئی شخص آپ کے پاس آ کر لمبی بات کرتا تو فرماتے! جلدی کرو، تم نے ایک زمانہ ضائع کر دیا۔ علامہ شعرافی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کوئی کتاب پڑھتا تو بعض اوقات کتاب کا کوئی لفظ درست کرنے کے بیچ میں ذرا سا وقفہ ہو جاتا آپ اس وقفے کو بھی ضائع نہ فرماتے اور اس وقفہ میں آہستہ آہستہ اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے۔

آپ نے مختلف علوم و فنون میں چالیس سے زائد عظیم الشان تالیفات چھوڑی ہیں جن میں فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی، اسنی المطالب اور شرح البجہ بہت مشہور ہوئیں اور آج تک فقهہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں مستند ماذ شمار ہوتی ہیں۔ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین کی تعریف میں بہت محتاط بزرگ ہیں لیکن آپ کے بارے میں فرماتے ہیں؛

ہمارے درمیان جانبین سے بہت محبت اور انس ہے ان کی طرف سے مجھے مسلسل دعا اور تعریف کے کلمات سے مسرت حاصل ہوتی رہتی ہے اگرچہ ان کا سبھی لوگوں سے معاملہ ایسا ہی ہے لیکن میرا حصہ ان کے یہاں بہت زیادہ ہے۔

علامہ ابن العماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام زکریا النصاری رحمۃ اللہ علیہ کا حلقة تلامذہ اس قدر وسیع تھا کہ ان کے عہد میں کوئی عالم ایسا نہ تھا جس نے آپ سے بالواسطہ یا بلا واسطہ تلمذ کا شرف حاصل نہ کیا ہو بلکہ آپ کی سند چونکہ اپنے زمانے میں سب سے عالی تھی اس لئے لوگ کوشش کر کے آپ سے تلمذ حاصل کرتے تھے بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے زبانی بلا واسطہ علم حاصل کیا پھر ایسے لوگوں سے بھی علم حاصل کیا جن کے اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سات واسطے تھے یہ خصوصیت کسی اور عالم کو حاصل نہیں ہوئی۔

(جاری ہے)



تبصرہ کتب

کتاب کا نام: مسجد اور کمیٹی سے متعلقہ اہم مسائل اور ان کا حل
جمع و ترتیب: قاری محمد شفیق یوسفزی، مولانا راشد اسلام یوسفزی

تعداد صفحات: 553

ناشر: مکتب تجوید القرآن فیوچر کالونی لانڈھی کراچی

03343905571

تبصرہ نگار: مفتی محمد اسماء صاحب

مسجد اللہ کا گھر ہے مسلمانوں کی عبادت گاہ اور تربیت گاہ ہے مسجد کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اسی طرح سے مسجد کا حسن انتظام بھی مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو حسن و خوبی ادا کرنے کے لئے عام طور پر مساجد میں ایک کمیٹی متعین ہوتی ہے جسے عرف عام میں مسجد کمیٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

مسجد سے متعلقہ ارکین عموماً چار قسم کے ہوتے ہیں۔

1:- امام - 2:- خادم و موزون 3:- مسجد کمیٹی 4:- نمازی حضرات

اگر یہ چاروں قسم کے افراد اپنی شرعی ذمہ داریوں کی سمجھیں اور انہیں ادا کریں تو ایسی مسجد حسن انتظام کی اعلیٰ مثال اور امن کا گھوارہ بن جاتی ہے اور اگر کوئی ایک فرد بھی اپنی شرعی ذمہ داریوں و مسائل سے جاہل و غافل ہو تو ایسی مساجد میں بد انتظامی اور بھگڑے رے روز کا معمول بن جاتے ہیں۔



مساجد کے حوالے سے تمام اراکین مسجد اپنی شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں اور انہیں بحسن و خوبی انجام دیں اسی سوچ و فکر کے ساتھ یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔
کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد اور انتہائی مفید و لاجواب کاوش ہے جس میں مسجد، مسجد کے نمازی، امام، مؤذن، خادم، متولی، وقف اور مسجد کیمیٹی سے متعلقہ کئی اہم مسائل کے بارے میں پاکستان بھر کے معتمد مفتیان کرام کے مصدقہ فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔

ابتداء میں ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر اور مفتی عبدالمنان صاحب مفتی دارالعلوم کراچی و دیگر حضرات کی تقاریظ بھی لگائی گئی ہیں جس سے کتاب کا استناد مزید بڑھ گیا ہے۔

مسجد و اراکین مسجد سے متعلقہ تقریباً نام مکملہ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے مندرجہ ذیل چند عنوانات پر نظر ڈالنے سے جس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، چند عنوانات پیش خدمت ہیں:

1:- مسجد سے متعلقہ چند غیر معتبر احادیث کی تحقیق۔ 2:- مسجد کی دیواروں اور محراب پر قرآنی آیات لکھانا۔ 3:- پڑول پپکی مسجد، مسجد الطریق ہے یا نہیں؟ 4:- مسجد میں ٹھلتے ہوئے ذکر کرنا۔ 5:- تبلیغی جماعت والوں کا بجلی و گیس کی مد میں رقم جمع کروانا۔ 6:- حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔ 7:- فاسق شخص کا مسجد کی کمیٹی کا صدر بننا۔ 8:- مسجد کے فنڈ سے امام یا خادم کو قرض دینا۔ 9:- امام، مؤذن یا خادم کی فوتگی کے بعد انتظامیہ کتنے ماہ تک تاخواہ دے۔ 10:- مسجد میں نمازوں کے لئے ٹوپیاں رکھنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ سینکڑوں عنوانات پر ملک بھر کے فتاویٰ جات باحوالہ جمع کر دیئے گئے ہیں جو شاید کسی اور جگہ ملا نا ممکن ہو۔

کراچی کے دو علماء کرام کے یہ وقیع کاوش ہے جس پر وہ تمام اہل مسجد کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں ہمارے رائے کے مطابق یہ کتاب ہر مسجد کی اہم ضرورت ہے اہل مساجد ضرور اس پر غور فرمائیں۔ اس کتاب کی جلد بندی مضبوط، کاغذ درمیانہ ہے۔



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

ڈاڑھی کی حد شارع نے خود مقرر کی ہے یا استنباطی ہے؟

حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذیل سوال کے جواب پر آپ کی رہنمائی درکار ہے مرحمت فرمائیں شکر یہ سوال: ڈاڑھی کی مقدار کے حد تین پر ”ترجمان“ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مجھے تشویش ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء کا متفقہ فتوی اس پر موجود ہے کہ ڈاڑھی ایک مشت لمبی ہونی چاہیے اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے والا فاسق ہے۔ آپ آخر کن دلائل کی بناء پر اس اجتماعی فتوے کو رد کرتے ہیں؟۔

جواب: یہ تو انہیں علماء سے پوچھنا چاہیے کہ ان کے پاس مقدار کی تعین کے لیے کیا دلیل ہے؟ اور خصوصاً فتنہ کی وہ آخر کیا تعریف کرتے ہیں جس کی بناء پر ان کی تعین کردہ مقدار سے کم ڈاڑھی رکھنے والے پر فاسق کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ مجھے سخت افسوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود دو شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوی دیتے ہیں جو صریحاً حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔ ڈاڑھی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے اور کوئی استنباط کیا ہوا حکم وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جونکہ کی ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اگر فاسق کہا جا سکتا ہے تو صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی پر کہا جا سکتا ہے، حکم مستبط کی خلاف ورزی (چاہے استنباط کیسے ہی بڑے علماء کا ہو) فتنہ کی تعریف میں نہیں آتی ورنہ اسے فتنہ قرار دینے کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ استنباط کرنے والوں کی بھی شریعت میں وہی حیثیت ہے جو خود شارع کی ہے۔ (تحریر سید ابوالاعلیٰ مودودی)



جواب: داڑھی کی حد علماء نے اپنے استنباط سے مقرر ہیں کی بلکہ یہ حد خود شارع کی جانب سے مقرر ہے البتہ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ شارع کی جانب سے داڑھی بڑھانے یا داڑھی کو معاف رکھنے (یعنی نہ کاٹنے) کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنهمما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآلہ وصحبه وسلم خالفو المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب .(بخاري رقم الحدیث: 5892)
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم « عشر من الفطرة
قص الشارب وإعفاء اللحية الخ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 627)
ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں ان میں مونچھوں کو کٹانا اور داڑھی کو بڑھانا۔
اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرے اس کے لیے مندرجہ ذیل وعیدیں ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخَلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ . [النساء: 14]

ترجمہ: اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جائے اس کی حدود سے، ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا . [الأحزاب: 36]

ترجمہ: اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی سو وہ را بھولا صریح چوک کر۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارًا جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا . [آل جن: 23]



ترجمہ: اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سواں کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا
کریں اس میں ہمیشہ۔

ان دو باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو شخص ایک مشت (مشتی) سے زائد داڑھی کو بھی کاٹے تو وہ بھی فاسق ہو لیکن چونکہ ترمذی شریف میں آپ ﷺ کا معمول منقول ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی کے طول (المبائی) عرض (چوڑائی) سے کچھ بال کاٹ لیا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بخاری شریف میں یہ معمول منقول ہے کہ وہ حج یا عمرہ سے فراغت پر ایک مشت سے زائد داڑھی کے بالوں کو کاٹ لیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا داڑھی بڑھانے کا حکم ایک مشت تک ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ترمذی شریف کی روایت ضعیف ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو جھٹ نہ مانے تو اس کا نتیجہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ داڑھی کو بالکل بھی کاٹنے کی گنجائش نہ ہو لیکن ایک مشت سے زائد کاٹنا (یعنی داڑھی کاٹ کر اسے ایک مشت سے کم کرنا) تو حضور ﷺ کے فرمان کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ داڑھی کی حد استنباطی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو شخص اس حد سے داڑھی کو کم کرے وہ فاسق نہ ہو کیونکہ استنباطی مسئلے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن میں انہم محدثین کا اختلاف ہو، ایسے مسائل میں اگر کوئی ایک امام کی تقید کر کے دوسرے امام کے مسائل میں عمل نہیں کرتا تو فاسق نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ مسائل جو استنباطی ہونے کے باوجود متفق علیہ اور اجماعی ہیں۔ داڑھی کی مقدار کا مسئلہ بھی متفق علیہ اور امت مسلمہ کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اور اجماعی مسئلے پر عمل نہ کرنے والا بھی فاسق ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُولِهِ مَا تَوَلَّ وَنُصِلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا。
[النساء: 115]

ترجمہ: اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بڑی جگہ پہنچا۔

لہذا جو شخص اپنی داڑھی ایک مشت سے کم کرے گا وہ حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والا



اور اجماع کا مخالف ہے اور حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے اور اجماع کے مخالف کے فاسق ہونے میں کیا تردید ہے کیونکہ فسق خروج عن الاستقامة (راہ حق سے ہٹنے) کو کہتے ہیں اور راہ حق وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتوى نمبر: 15/278)

نائیلوں کے بالوں کی خرید و فروخت کا حکم

سوال: مسئلہ یہ معلوم کرنا تھا کہ بالوں کو لمبا کرنے کے لیے نائیلوں کے مصنوعی بال استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نائیلوں کے مصنوعی بالوں کا چونکہ جائز استعمال بھی ہے اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتوى نمبر: 15/279)

کلر لینز اور نقلی پلکیں لگانے کا حکم

سوال: کیا شادی شدہ عورت کے لئے آنکھوں میں کلر لینز لگانا، نقلی پلکیں لگانا جائز ہے؟ شادی والے دن لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: 1۔ زینت کے لئے کلر لینز لگانا جائز ہے بشرطیکہ کسی کو دھوکہ نہ دیا جائے اور نیلے رنگ کے لینز سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ اس میں جنمیوں کی آنکھوں کی مشابہت ہے۔

2۔ نقلی پلکیں لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں انسانی بال یا ایسی چیز استعمال نہ ہوئی ہو جس کا استعمال نا جائز ہے اور کسی کو دھوکہ دینے کے لیے نہ لگائی گئی ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتوى نمبر: 15/165)

مخلوط تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے کا حکم

سوال: آج کل بڑیوں کی عصری تعلیم کے لیے الگ ادارے قائم نہیں تو کیا شرعی حدود اور شرعی پردازے میں رہ کر بڑیوں کے لیے مخلوط تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب: آج کل مخلوط ماحول والے تعلیمی اداروں میں عموماً کسی بڑی کے لیے مکمل احکامات شرعیہ



کی پابندی کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے اڑکیوں کے لیے مخلوط تعلیمی اداروں میں جا کر تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں۔ معاشرے کو عورتوں کی جس قسم کی تعلیم کی واقعی ضرورت ہے جیسے طب کی تعلیم اس کے الگ سے ادارے موجود ہیں، اس لیے ان مخلوط اداروں میں حصول تعلیم کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے خرابیوں کا ختم کیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ عثمانی (1/143) میں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ اڑکیوں کو قرآن اور معمولی خط و کتابت کی تعلیم دینے کے سوا مزید تعلیم دلانا حرام ہے یا جائز؟ اگر حرام ہے تو میڈیل، حکمت اور ہوم اکنامکس کی تعلیم مسلمان خواتین کے لیے کس زمرے میں آئے گی؟

جواب: خواتین اگر میڈیل یکل سائنس، حکمت یا ہوم اکنامکس کی تعلیم اس غرض سے حاصل کریں کہ ان علوم کو مشروع طریقے پر عورتوں کی خدمت کے لیے استعمال کریں گی تو ان علوم کی تحصیل میں بذاتہ کوئی حرمت و کراہت نہیں، بشرطیکہ ان علوم کی تحصیل میں اور تحصیل کے بعد ان کے استعمال میں پردے اور دیگر احکام شریعت کی پوری رعایت رکھی جائے۔ اگر کوئی خاتون ان تمام احکام کی رعایت رکھتے ہوئے یہ علوم حاصل کرے تو کوئی کراہت نہیں لیکن چونکہ آج کل ان میں سے بیشتر علوم کی تحصیل اور استعمال میں احکام شریعت کی پابندی عنقاء جیسی ہے اس لیے اس کا عام مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 14/378)

ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تشوییر کے لئے مہنامہ دار التقوی کا انتخاب کریں



جَامِعَةَ دَارُ الْتَّقْوَى لَا ہو تِی

تقریب ختم

بُخاری شریف

بُخاری
(صرف شعبہ سنین)

بوقت: صبح 10:00 بروز اتوار

تَارِیخ: 13 فروری 2022

فضیلۃ الشیخ

ہمایون خصوصی

مولانا
عَمَّالا
حضرت
قاری محمد حنفی جالندھری

وَفَاقَ الْمَدَارِسُ الْعَرَبِيَّةُ

اکابر علماء کرام

صرف مددحضرات تشریف لائیں اور اس با برکت مجلس سے مستفید ہوں

مسجد الہلال، نیو چوبرجی پارک لاہور

اخوان گروپ

نام اور اعتماد
ساتھ ساتھ



بڑی پیشہ کش

خاص

باکل فری

پیش آفر
محروم دمٹت
لیکے ہے

610
برٹ

1160
برٹ

باکل فری

اوناکو کے ساتھ باکل فری

ایک کلو کے ساتھ باکل فری

باکل فری

تعلیم و تربیت

(پاکستانی تعلیم و تربیتی ادارے)

- حکومت
- فتحی مسال
- اخلاقیت
- اقبال مدرسہ

یہ آفر حاصل کرنے کیلئے رسالہ نہراہ لانا ضروری ہے



مفت رتی پھولوں کا شہد

جنگلی بسری کا شہد

بڑی / چھوٹی سعی کا شہد

اخوان گروپ کی دیگر پروڈکٹس

لہنگا کور	ویسکوٹ کور	میکس کور	کوٹ کور	شاپنگ بیگ
دو گیارہ پر تیر کئے جاتے ہیں	سکرین پرنسنگ	لانڈری بیگ	سازہی کور	

AKHAVAN GROUP



0302-2241410